مسلسل اشاعت کا چوبیسواں سال

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

میرے فرماں بردار ہوجاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا (آل عمران)

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل رجسٹرڈ

اسلامی جمہوریہ پاکستان

E.mail: marifraza@hotmail.com

بانی

مولانا سید محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی

علامہ شاہ تراب الحق قادری

الحاج شفیع محمد قادری

علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری

منظور حسین جیلانی

حاجی عبداللطیف قادری

ریاست رسول قادری

حاجی حنیف رضوی

کے . ایم . زاھد

سرکولیشن

محمد فرحان الدین قادری

سید محمد خالد قادری

تصحیح و ترتیب

محمد جمیل احمد قادری

کمپوزنگ

شیخ ذیشان احمد قادری

ھدیہ فی شمارہ =/15 روپیہ، سالانہ 150 روپیہ، بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ، لائف ممبر شپ -/300 ڈالر

نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں، چیک قابل قبول نہیں

25 جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی (74400)، فون: 021-7725150

فیکس: 021-7732369، ای میل: marifraza@hotmail.com

(پبلشرز مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی سے شائع کیا)

آئینہ

نمبر شمار	موضوعات	مضامین	نگارشات	صفحات
1	اپنی بات	وأولٰئک هم المهتدون	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	03
2	معارفِ قرآن	آثارِ مقدسہ سے تبرک وتوسل	مفسّرِ قرآن شیخ الاسلام امام احمد رضا رحمہ اللہ	05
3	معارفِ حدیث	اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں زمین وآسمان ہیں	علامہ محمد حنیف خان رضوی	07
4	تجلیاتِ سیرت ﷺ	محمد عربی ﷺ کے معجزات	مولانا صابر القادری نسیم بستوی	10
5	معارفِ القلوب	اظہارِ تمنا کے انداز (آداب دعا اور اسباب اجابت)	رئیس الاتقیاء علامہ نقی علی خان علیہ الرحمہ	12
6	معارفِ اسلاف	ابراہیم دھان مکی کا خاندان اور فاضل بریلوی	محمد بہاء الدین شاہ	14
7	آپ کا معارف	اہلسنّت کا اتحاد وقت کی اہم ضرورت	مخدوم زادہ سید محمد اشرف جیلانی مدظلہ العالی	16
8	معارفِ اسلاف	غوث الزمان حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی علیہ الرحمہ	مولانا صاحبزادہ عطاء الرحمٰن قادری رضوی	19
9	آپ کا معارف	چلتی ٹرین پر نماز اور اس کا حکم	علامہ مفتی فضل احمد مصباحی	22
10	فروغِ رضویات کا سفر	اپنے دیس...... بنگلہ دیس میں	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	26
11	خواتین کا معارف	اسلام اور عورت	علامہ سید سعادت علی قادری	28
12	طلباء کا معارف	دینی تعلیم علمائے دین کی نظر میں	مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی	30
13	بچوں کا معارف	نبی پاک ﷺ کے متعلق بشارتیں	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	33
14	خصوصی رپورٹ	صدر ادارہ کا چاٹگام میں والہانہ استقبال	مولانا بدیع العالم رضوی	34
15	معارفِ کتب	مجلّہ ''ماہنامہ فقہ اسلامی''	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	37

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنی بات

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

وأولئک هم المهتدون o

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم نہایت اس کی حسین ابتداء ہے اسمٰعیل

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کو اسلامی تقویم کا سال نو (۱۴۲۵ھ) مبارک ہو۔ تواریخ عالم میں یہ خصوصیت صرف اسلامی تقویم کو ہی حاصل ہے کہ اس کی ابتداء بھی قربانی سے ہے اور اس کی انتہا بھی قربانی پر ہے۔ ذوالحجہ اسلامی سال کا آخری مبارک مہینہ ہے۔ اس کی نویں تاریخ کو میدان عرفات (مکۃ المکرّمہ) میں تقریبِ حج ہوتی ہے اور اس ماہِ عظمت و عزیمت کی دسویں تاریخ کو ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے جدِّ کریم اور جگر گوشۂ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ التحیۃ والثناء کی ذبحِ عظیم کی یاد میں عیدِ قربان مناتے ہیں۔ محرم الحرام اسلامی تقویم کا پہلا سال ہے اس کی دس تاریخ کو جگر گوشۂ سرور کائنات ﷺ اور نورِ دیدۂ خاتونِ جنت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلی اللہ علی جدّہٖ الکریم وعلیہما الصلوٰۃ والتسلیم نے شریعت مصطفوی اور سنّتِ رسول کے احیاء اور عَلَمِ دینِ اسلام کی بلندی کی خاطر اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کردیا۔ اپنے اہل وعیال، مال ومتاع یہاں تک چھ ماہ کے شیر خوار فرزند کو بھی میدانِ کرب وبلا میں قربان کر کے کمالِ شانِ عبدیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے خالق ومالک کے حضور سجدۂ شکر ادا کرتے ہوئے یوں عرض کی:

''اے اللہ! اے مالک ومولیٰ؛ اسلام کی سرفرازی اور شریعت کی پاسداری کی خاطر حسین کے جہاد کی یہ ننھی اور معصوم قربانی بھی قبول فرما''

سبطِ پیمبر سیدنا امام عالی مقام گلگوں قبا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کرب وبلا کے ریگزار میں انتہائی نامساعد حالات اور دشمنانِ دین کی تیغوں کے سائے میں پرچمِ اسلام کی سربلندی کیلئے جس عظیم الشان قربانی، ایثار، بلاکشی، جوانمردی، شجاعت وہمت اور اعلاءِ کلمۃ الحق کی خاطر جس جرأت واستقامت اور عزم وعزیمت کا مظاہرہ کیا اس کی مثال تاریخِ عالم میں نہیں ملتی۔ حق یہ ہے کہ آپ کی ساری جدّ وجہد اصولی تھی، آپ نے اپنے عزم وجزم سے ثابت کیا کہ مردِ مومن، اور خصوصاً ان میں وہ جو حق وصداقت کے امین اور وارثِ علوم نبوی ہو کبھی بھی اور کسی قیمت پر باطل قوتوں کے آگے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی محبت اور ان کے دین کی سرفرازی اور بقا کی خاطر، سودزیاں سے بے پرواہو کر اپنے مدِّ مقابل بڑی سے بڑی طاقت سے نبرد آزما ہوتا ہے اور اپنی عزیز ترین متاع اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے شہادت عظمیٰ کے مقام پر فائز ہو کر دنیا والوں کو بتادیتا ہے کہ جان تو بہر حال جانی ہے لیکن اصل فتح حق کی حکمرانی ہے۔

آپ نے میدانِ کربلا میں شبِ عاشور جو بلیغ وفصیح خطبہ ارشاد فرمایا وہ رہتی دنیا تک ایک مردِ مومن کے یقینِ محکم، عزم واستقلال، جرأت وپامردی اور غیرتِ ایمانی کی روشن ترین زندہ مثال ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

''معاملہ کی جو صورت حال ہوگئی ہے تم دیکھ رہے ہو، دنیا نے اپنا رنگ بدل لیا، منہ پھیر لیا، نیکی سے خالی ہوگئی، ذراسی تلچھٹ باقی ہے، حقیری زندگی رہ گئی ہے، ہولناکی نے احاطہ کرلیا، افسوس! تم دیکھتے ہو کہ حق پس پشت ڈالدیا گیا ہے، باطل پر اعلانیہ عمل کیا جارہا ہے، کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے، وقت آگیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں بقائے الٰہی کی خواہش کرے میں شہادت کی موت چاہتا ہوں، ظالموں کے ساتھ رہنا بجائے خود جرم ہے''

خطبہ کے آخر میں آپ نے جو کچھ فرمایا وہ صبح قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے ایک بہترین سبق ہے:

''اگر میں یہ لغزش کر جاتا، عزیزوں اور بچوں کی محبت مجھے بہکادیتی تو زندگی کا عیش مجھ سے دور نہ تھا، مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے صبر

واستقامت بخشا، اگر میں یزید کی بیعت پر راضی ہوجاتا تو یزید میرے پاؤں چومتا، مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کیلئے صبر واستقامت اور خودداری کی بنیاد رکھوں تاکہ مسلمانوں کی آئندہ نسلیں اس پر عمارت کھڑی کرسکیں''

سیدنا امام عالی مقام صلی اللہ علی جدہ الکریم وعلیہا الصلوٰۃ والتسلیم دشتِ کرب و بلا کی تپش میں مظلومیت و بے یاری و مددگاری کے باوجود اپنے سے کئی گنا طاقتور دشمن سے نہ گھبرائے نہ ڈرے اور جہاد کرتے ہوئے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کردی اور جبر وظلم کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کیا، اپنا سر دیکر حق وصداقت کے علم کو رہتی دنیا تک سربلند کردیا، اپنے اور اپنے اہل وعیال کے خونِ رنگین کا نذرانہ دیکر چمنِ اسلام کے آبیاری کی آپ کے اقوال وکردار اور اسوۂ حسنہ آج کے حالات میں ہمارے علماء ومشائخ اور قائدین و زعمائے ملّت کیلئے دعوتِ فکر وعمل ہیں۔ آج سے تقریباً ۴۳ رسال قبل (۱۹۶۱ء میں) زمانہ طالب علمی میں راقم نے سیدنا امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ایک منقبت کہی تھی جو قارئین کی نذر ہے ۔

نشانِ عظمتِ مومن فروغِ دین حسین	عتاب برسرِ باطل معینِ دین حسینؓ
شہیدِ رہ روحِ بزمِ عاشقاں کے امیر	حضورِ حق ہیں محبت کی مہ جبیں حسینؓ
یقین و عزم کی شمع جلائی ظلمت میں	ہیں سرّ دارِ محبت کے وہ امین حسینؓ
مثالِ ماہ چمکتا ہے جس کا قطرۂ خون	جہادِ عشق میں ہیں وہ شہیدِ دین حسینؓ
قتیلِ عشقِ ''ھُوالله'' جانِ دینِ ھدیٰ	دیارِ عشق میں اللہ کے قرین حسینؓ
جہان کو درسِ وفا آج بھی یہ دیتے ہیں	دلوں پہ قبضہ ہے ان کا، ہیں دلنشین حسینؓ

اس ماہ مبارک محرم الحرام کا ایک اور واقعہ بھی تاریخ اسلامی میں بڑی اہمیت کا حامل ہے اور وہ ہے امیر المومنین خلیفۂ ،خلیفۃ الرسول سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ جس نے تاریخ اسلام پر گہرا اثر چھوڑا۔ آپ کی ذاتِ مبارکہ حق پسندی، جرأت وبیباکی، عزمِ صمیم، دانائی وبینائی اور عدل واحسان کا ایسا مرقع تھی جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی، امم سابقہ اور بعد کے صاحبِ عدل وایمان حکمرانوں (خلفائے راشدین کے علاوہ) پر آپ کی برتری کا سبب یہ ہے کہ آپ کی تربیت اس ہستی نے فرمائی جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے معلّمِ کتاب وحکمت اور نفوس کا تزکیہ وتصفیہ کرنے والا بنا کر مبعوث فرمایا (ﷺ)۔ لیکن آپ کو ایک اور امتیازی شرف حاصل ہے اور وہ یہ کہ آپ کے ایمان لانے کی دعا خود فخرِ موجودات سید کائنات ﷺ نے فرمائی۔ گویا آپ ''مرادِ رسول'' بن کر دامنِ نبوت ورحمت میں پروان چڑھے، تو ایسے فردِ کے فرید ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔ قرآن وحدیث سے آپ کے بیشمار فضائل ومناقب ثابت ہیں۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ ''حق عمر کی زبان پر بولتا ہے'' (مفہوم) ایک حدیث شریف میں اس مفہوم کا بھی مضمون آیا ہے کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے''۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطور حاکمِ وقت دنیا کو پہلی بار ایسی فلاحی مملکت کا تصور دیا جس میں وقت کی سب سے بڑی مملکت اور سپر طاقت کا حکمراں صحیح معنوں میں ایک خادمِ قوم وملت کی حیثیت سے کام کرتا اور زندگی گزارتا نظر آتا ہے اور اس نے عملاً اپنے طرزِ حکمرانی اور قول وعمل سے یہ ثابت کیا کہ مملکت کی ہزاروں میل تک پھیلی ہوئی دور دراز جغرافیائی حدود میں انسان تو انسان بلکہ ہر جانور کو بھی وسائلِ رزق مہیا کرنا اور امن وسلامتی کی ضمانت دینا حکمرانِ وقت کی ذمہ داری ہے، اور جو حکمران ایسا نہ کرسکے اسے حکمرانی کا کوئی حق نہیں ہے۔ افسوس کہ آج کے دور میں فلاحی مملکت کا یہ نظریہ (مغربی ممالک) یہود ونصاریٰ نے تو اپنا لیا لیکن مسلم ممالک اسے یکسر فراموش کرکے ''مسندِ حکومت'' کو اپنی جاگیر بنائے بیٹھے ہیں اور اقتدار خدمتِ خلق کی بجائے حصولِ زر کا ذریعہ بن گیا ہے۔ غرضیکہ عہدِ فاروقی، خلقِ خدا اور معاشرے کی فوز وفلاح و فتوحات کے اعتبار سے تاریخ اسلام کا زریں اور مثالی دور قرار پاتا ہے۔ اسلامی فلاحی حکومت کا آفتاب اسی عہد میں نصف النہار تک پہنچا۔ آپ نے معاشی سماجی، صنعتی، تجارتی زرعی ترقی اور اچھی حکمرانی (Good Governance) کا ایک ایسا جامع نظام دنیا کے سامنے پیش کیا کہ جو جدید دور کی ترقی یافتہ اقوام کیلئے آج بھی بنیادی ڈھانچہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ ہمیں اور ہمارے حکمرانوں کو اسوۂ فاروقی اور اسوۂ حسینی کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

آثارِ مقدسہ سے تبرک و توسل

معارفِ قرآن — تفسیر رضوی

مفسرِ قرآن شیخ الاسلام امام احمد رضا علیہ الرحمہ

﴿آیات کی روشنی میں﴾

مولیٰ سبحٰنہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰۤىِٕكَةُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o (۱)

''بنی اسرائیل کے نبی (شمویل علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ان سے فرمایا کہ سلطنتِ طالوت کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسیٰ و ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں، فرشتے اسے اٹھا کر لائیں، بے شک اس میں تمہارے لئے عظیم نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو''۔

وہ تبرکات کیا تھے، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ وغیرہا، ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے اور جس مراد میں اسے توسّل کرتے اجابت دیکھتے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، قال:

وبقیہ مماترک ال موسیٰ عصاہ ورضاض الالواح (۲)

''تابوتِ سکینہ میں تبرکاتِ مُوسویہ سے ان کا عصا تھا اور تختیوں کی کرچیں''

وکیع بن الجراح وسعید بن منصور وعُبید بن حمید و ابن ابی حاتم وابو صالح تلمیذ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، فرمایا:

''تابوت میں موسیٰ و ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے عصاءِ اور دونوں حضرات کے ملبوس اور توریت کی دو تختیاں اور قدرے مَن کہ بنی اسرائیل پر اترا اور یہ دعائے کشائش:

لاالٰہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم وسبحن اللّٰہ رب السموت السبع ورب العرش العظیم والحمدللہ رب العالمین . (۳)

معالم التنزیل میں ہے:

''تابوت میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ وعصا'' الخ (ت) (۴)

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

''یعنی نبی ﷺ نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا، پھر ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُلا کر وہ سب بال انہیں عطا فرمادیئے، پھر بائیں جانب کے بالوں کو حکم فرمایا اور وہ ابو طلحہ کو دیئے کہ انہیں لوگوں میں تقسیم کردو''۔(۵)

صحیح بخاری شریف کتاب اللباس میں عیسیٰ بن طہمان سے ہے:

''انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو نعل مبارک ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے ان کے شاگرد رشید ثابت بنانی نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کی نعل مقدس ہے'' (۶)

صحیحین میں ابو بردہ سے ہے:

''ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رضائی یا کمبل اور ایک موٹا تہبند نکال کر ہمیں دکھایا اور فرمایا کہ وقتِ وصالِ اقدس حضور پر

(ماخوذ [ملخصاً] از: فتاویٰ رضویہ (جدید)، ج۲۱ ص۴۰۰ تا ۴۰۳)

نور علیہ السلام کے یہ دو کپڑے تھے''(۷)

صحیح مسلم شریف میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: یعنی

''انہوں نے ایک اُونی جبہ کسروانی ساخت نکالا اس کی پلیٹ ریشمین تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا اور کہا یہ رسول اللہ علیہ السلام کا جبہ ہے امّ المومنین صدیقہ کے پاس تھا ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا نبی علیہ السلام اسے پہنا کرتے تھے تو ہم اسے دھو دھو کر مریضوں کو پلاتے اور اس سے شفا چاہتے ہیں''(۸)

صحیح بخاری میں عثمان بن عبداللہ بن موہب سے ہے:

''میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے حضور اقدس علیہ السلام کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی اس پر خضاب کا اثر تھا''(۹)

یہ چند احادیث خاص صحیحین سے لکھ دیں اور یہاں احادیث میں کثرت اور اقوال ائمہ کا تواتر بشدّت اور مسئلہ خود واضح اور اس کا انکار جہل فاضح ہے لہذا صرف ایک عبارتِ شفاء شریف پر اقتصار کریں، فرماتے ہیں:

''یعنی رسول اللہ علیہ السلام کی تعظیم کا ایک جُز یہ بھی ہے کہ جس چیز کو حضور سے کچھ علاقہ ہو، حضور کی طرف منسوب ہو، حضور نے اسے چھوا ہو یا حضور علیہ السلام کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہو اس سب کی تعظیم کی جائے، خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں چند موئے مبارک تھے، کسی لڑائی میں وہ ٹوپی گر گئی خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لئے ایسا شدید حملہ فرمایا جس پر اور صحابہ کرام نے انکار کیا اس لئے کہ اس شدید وسخت حملہ میں بہت مسلمان کام آئے، خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا یہ حملہ ٹوپی کیلئے نہ تھا بلکہ موئے مبارک کے لئے تھا کہ مبادا اس کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگیں، اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا گیا کہ منبر اطہر سید عالم علیہ السلام میں جو جگہ جلوس اقدس کی تھی اسے ہاتھ سے مس کر کے وہ ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیا(ملخصاً)(۱۰)

اے اللہ! ہمیں اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی محبت اور حسنِ ادب نصیب فرما؛ آمین! (ت)

حوالہ جات

(۱) القرآن الکریم ۲/۲۴۸

(۲) جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۲/۲۴۸ المطبعۃ الیمنیۃ مصر ۲/۳۶۶

(۳) تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم، حدیث ۲۴۸۴-۲۴۸۶، مکتبۃ نزار مکۃ المکرمۃ ۲/۴۷۰

(۴) معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن، تحت آیۃ ۲/۲۴۸، مصطفےٰ البابی بصر، ۱/۲۵۷

(۵) صحیح مسلم کتاب الحج باب بیان ان السنۃ یوم، قدیمی کتب خانہ، کراچی ۱/۴۲۱

(۶) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/۴۲۱
صحیح البخاری، کتاب اللباس، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲/۸۷۱

(۷) صحیح البخاری الجہاد، ۱/۴۳۸ و کتاب اللباس، باب الاکسیہ والخماص ۲/۸۶۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی، صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب التواضع فی اللباس قدیمی کتب خانہ، کراچی ۲/۹۴-۱۹۳

(۸) صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم استعمال انا الذہب والفضہ الخ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲/۱۹۰

(۹) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب یذکر فی الشیب، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲/۸۷۵

(۱۰) الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ فصل ومن اعظامہ واکبارۃ الخ عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ، ملتان ۲/۴۴

اللّٰہ تعالیٰ کے قبضہ میں زمین و آسمان ہیں

مرتبہ: علامہ محمد حنیف خان رضوی *

﴿گذشتہ سے پیوستہ﴾

۲۷-عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا قال: رأیت رسول اللّٰہ ﷺ وھو علی المنبر یقول: یأخذ الجبارُ سمٰوٰتہٖ وأرْضِہٖ بِیَدَیْہ، وَقبض رسول اللّٰہ ﷺ یدیہ وجعل یقبضھما ویبسطھما، قال: ثم یقول : أنا الرحمن أنا الملک، أین الجبارون، أین المتکبرون؟ وتمایل رسول اللّٰہ ﷺ عن یمینہ وعن شمالہ حتی نظرت إلی المنبر یتحرک من أسفل شئ منہ حتی إنی أقول أساقط ھو برسول اللّٰہ ﷺ (حاشیۃ معالم ص ۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر اقدس پر فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ رب العزت زمین وآسمان کو اپنے دونوں دست قدرت میں لیگا۔ حضور سید عالم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے سے پکڑا اوران کو تنگ اور کشادہ کیا اور فرمایا۔ پھر اللہ رب العزت فرمائے گا۔ میں رحمٰن ہوں، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں اپنی عظمت کا اظہار کرنے والے؟ کہاں ہیں اپنی بڑائی جتانے والے؟ پھر حضور اپنی داہنی اور بائیں جانب جھکے۔ یہاں تک کہ میں نے منبر کو دیکھا کہ نیچے سے ہٹنے لگا۔ میں سمجھا کہیں منبر سے گر نہ جائے۔۱۲م

۲۸- عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ : یَطْوِی اللّٰہ تعالیٰ السَّمواتِ یومَ القِیامَۃِ ثم یا خُذُھُنّ بِیَدِہِ الْیُمْنٰی ثُم یقولُ أنا الملکُ . أین الجبارون ؟ أین المتکبرون؟ ثم یَطْوِی الأرْضِیْنَ ثم یاخُذُھُنّ ، قَالَ إبن العَلاءِ: بِیَدہ الأخریٰ . ثُم یقولُ: أنا المِلکُ. أین الجبارونَ؟ أین المتکبرونَ؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ دیگا، پھر ان کو اپنے دست قدرت میں لیگا، پھر فرمائے گا : میں بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں اپنی شاہی عظمت جتانے والے؟ کہاں ہیں اپنی بڑائی ہانکنے والے؟ پھر زمینوں کو لپیٹے گا، پھر ان کو اپنی گرفت میں لے گا ابن العلاء نے کہا: اپنے دوسرے دست قدرت میں لے گا، پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں اپنے شاہی خمار میں سرکشی کرنیوالے ؟ اور کہاں ہیں اپنی بڑائی کی ڈینگ مارنیوالے؟ ۱۲م حاشیہ معالم ۳۹

اللہ عزوجل وسیلہ بننے سے پاک ہے:

۲۹-عن جبیر بن مطعم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: اُتی رسول اللّٰہ ﷺ اعرابی فقال : یا رسول اللّٰہ! جھدت الأنفس وضاعت العیال و نھت الأموال وھلکت الأنعام ، فاستسق اللّٰہ لنا، فإنا نستشفع بک علی اللّٰہ و نستشفع باللّٰہ علیک ، قال رسول اللّٰہ ﷺ : وَیُحکَ

*(پرنسپل جامع نوریہ رضویہ، بریلی شریف) (ماخوذ از: جامع الاحادیث للشیخ امام احمد رضا علیہ الرحمہ)

، أتدرِی ماتقولُ: وسبّح رسولُ اللّٰہ ﷺ وَما زالَ یُسبّحُ حتّٰی عُرفَ ذلک فی وجوہ أصحابہ ثم قال: وَیْحکَ إنّهُ لَایُستَشفَعُ باللّٰہِ علٰی احد مِّنْ خَلْقِہٖ ، شَانُ اللّٰہِ اَعْظَمُ مِنْهُ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر ایک عرابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگ پریشانی میں مبتلا ہیں، اہل وعیال ضائع ہوگئے، اموال میں کمی آگئی اور جانور ہلاک ہوگئے، ہم حضور کو اللہ کی طرف شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو حضور کے سامنے شفیع لاتے ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ دیر تک سبحان اللہ، سبحان اللہ فرماتے رہے، یہاں تک کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقدس چہروں سے بھی اس اعرابی کے قول کی ناپسندیدگی کا اظہار ہونے لگا۔ پھر فرمایا ارے ناداں! اللہ تعالیٰ کو کسی کے پاس شفارشی نہیں لاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بڑی ہے۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

استعانت وفریاد رسی کی حقیقت خاص بخدا اور وسیلہ و توسل وتوسط غیر کیلئے ثابت اور قطعاروا۔ بلکہ یہ معنی تو غیر خدا کیلئے ہی خاص ہیں۔ اللہ عزوجل وسیلہ وتوسط بننے سے پاک ہے اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا، اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ بیچ میں واسطہ ہوگا۔ اہل اسلام انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہ ہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل سے کیجئے تو اللہ اور اس کا رسول غضب فرمائیں، اور اسے اللہ جل وعلا کی شان میں بے ادبی ٹھہرائیں، اور حق تو یہ ہے کہ اس معنی کا اعتقاد کرکے جناب الٰہی جل وعلا سے کرے تو کافر ہوجائے۔ مگر وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہیے نہ اللہ کا ادب، نہ رسول سے خوف، نہ ایمان کا پاس۔

خواہی نخواہی اس استعانت کو ''ایاک نستعین'' میں داخل کرکے جو اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے اسے اللہ تعالیٰ سے خاص کئے دیتے ہیں۔ ایک بیوقوف وہابی نے کہا تھا:

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے کہا ۔

توسل کر نہیں سکتے خدا سے
اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا سے توسل کرکے اسے کسی کے یہاں وسیلہ بنایئے اسی وسیلہ بننے کو ہم اولیاء کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ بارگاہ الٰہی میں ہمارا وسیلہ وذریعہ وواسطہ قضائے حاجات ہوجائیں۔ اس بے وقوفی کا جواب اللہ عزوجل نے اس آیت کریمہ میں دیا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيْمًا (النساء: ۴/۶۴) ۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم (یعنی گناہ) کریں اور اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

کیا اللہ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا؟ پھر کیوں فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں، اور تو اللہ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت ونعمت نہیں پائیں گے۔ یہ ہی ہمارا مطلب ہے جو قرآن کی آیت صاف فرما رہی ہے۔ مگر وہابیہ تو عقل نہیں رکھتے۔

خدارا انصاف! اگر آیت کریمہ ''ایاک نستعین'' میں مطلق استعانت کا ذات الٰہی جل وعلا میں حصر مقصود ہو تو کیا

صرف انبیاء اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی سے استعانت شرک ہوگی۔ کیا یہی غیر خدا ہیں اور سب اشخاص و اشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں ، یا آیت میں خاص انہیں کا نام لے دیا گیا ہے کہ ان سے شرک ، اوروں سے روا ہے ۔ نہیں نہیں ، جب مطلقاً ذاتِ احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہی ہوگی کہ انسان ہوں یا جمادات، احیاء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات، غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ (برکات الامداد ص ۴ تا ۵)

(۲۱) اللہ و رسول مشورہ سے بے نیاز ہیں:

۳۰- عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : لَمَّا نُزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ الآية. قال رسول اللہ ﷺ : أما إن اللّٰه وَرَسُولَه غَنِيَّانِ عَنْهُما وَلٰكِن جَعَلَهَا اللّٰهُ رَحْمَةً لأُمَّتِي ، فَمَن شَاوَرَمِنْهُمْ لَم يَعدِمِ رُشداً ، وَمَن تَرَكَ الْمَشْوَرَةَ مِنهُمْ لَمْ يَعْدِمِ عناءً.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ ''شاورھم فی الامر '' نازل ہوئی تو حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار بے شک اللہ و رسول (جل جلالہ و ﷺ) مشورہ سے بے نیاز ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے میری امت پر نہایت مہربانی فرماتے ہوئے حکم فرمایا: تو جس نے مشورہ کیا ہدایت پر رہا اور جس نے مشورہ نہیں کیا دشواری میں مبتلا ہوا (فتاویٰ رضویہ، ۷/۴۸۱)

حوالہ جات

(۲۷) التفسير للطبرى ، ۲۴/۲۷

السنن لابن ماجه ، كتاب الزهد، ۳۱۶

(۲۸) الصحيح لمسلم ، المنافقين ، ۲–۳۷۰

☆ السنن لابی داؤد، السنة، ۲/۶۵۱

☆ الاسماء والصفات للبيهقى، ۲۳۷

الاتحافات السنية ۳۱۷

☆ زاد المسير لابن الجوزى، ۷/۹۶

السنن لابن ابى العاصم ، ۱/۲۴۱

(۲۹) السنن لا بى داؤد السنة، ۲/۶۵۰

☆ كنزالعمال للمتقى ، ۱۱۳۲، ۱/۲۲۴

دلائل النبوة للبيهقى ، ۶/۱۴۳

☆ التمهيد لابن عبدالبر، ۷/۱۴۱

(۳۰) شعب الايمان للبيهقى ، ۶/۷۶

☆ الدر المنثور للسيوطى ، ۲/۹۰

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

مولانا صابر القادری نسیم بستوی*

﴿تیسری قسط﴾

غیب کی خبریں:

بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک وعظ میں قیامت تک ہونے والے تمام واقعات و حالات بیان فرما دیئے جس نے یاد رکھا اسے یاد ہے اور جو بھول گئے بھول گئے۔ میرے اصحاب کو اس بیان کا علم ہے اور بعض چیزیں اس میں سے ہوتی ہیں کہ میں اس کو بھول گیا تھا۔ پھر میں جب اسے دیکھتا ہوں تب مجھے یاد آ جاتی ہیں۔ یعنی وہ خبر جب واقع ہوتی ہے تو میں پہچان جاتا ہوں کہ یہ وہی خبر ہے جس کی حضور ﷺ نے خبر دی تھی۔ جس طرح کسی شخص کی صورت آدمی کو یاد ہو اور وہ شخص غائب ہو جائے پھر اسے دیکھتا ہے تو پہچان جاتا ہے۔

جبل احد پر:

امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جبل احد پر تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ پہاڑ ہلنے لگا اور آپ کو ہلایا۔ آپ ﷺ نے اس پر ٹھوکر مار کر فرمایا: ''اے کوہ احد اپنی جگہ پر ٹھہر رہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں'' (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

جنت کی خوشخبری:

بخاری و مسلم نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا میں رسول خدا ﷺ کے ہمراہ مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں تھا۔ ایک شخص دروازے پر آیا اور دروازہ کھلوایا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ دروازہ کھول آؤ اور اس آنے والے کو جنت کی خوشخبری دیدو۔ میں نے جا کر دروازہ کھولا تو آنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے حضور ﷺ کے ارشاد کے بموجب ان کو جنت کی خوشخبری سنائی وہ حمد الٰہی بجالائے، پھر ایک شخص نے آکر دروازہ کھلوایا، حضور نے فرمایا! دروازہ کھولدو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔ ان کو بحکم پیغمبر بہشت کی بشارت دی وہ بھی حمدِ الٰہی بجالائے۔ پھر ایک اور شخص نے دروازہ کھلوایا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ! کھول دو اور اس کو جنت کی بشارت دو ایک بلوے کے اوپر جو اس پر ہوگا۔ میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں، میں نے ان کو بھی بشارت دی وہ بھی حمدِ خدا بجالائے۔ پھر انہوں نے کہا ''خدا کی مدد چاہیے''

خزانۂ کسریٰ کی فتح:

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''مسلمانوں کی ایک جماعت بادشاہِ فارس کا خزانہ فتح کرلے گی (وہ خزانہ سفید کوشک میں ہے) خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایسا ہی واقعہ رونما ہوا کہ شہر مدائن جو خاندان کسریٰ کا دارالسلطنت تھا۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح ہوا اور یزدجر جو اس زمانے میں خاندان کسریٰ کا بادشاہ تھا۔ شہر چھوڑ کر بھاگ گیا اور کوشکِ ابیض کا سب خزانہ اہل اسلام کے قبضہ وتصرف میں آ گیا''۔

کِسریٰ کے کنگن:

بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے سراقہ بن مالک سے فرمایا:

''تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے جائینگے'' (نسیم الریاض)

چنانچہ جب خلافتِ فاروقی میں دونوں کنگن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں پہنا دیئے۔ اسکے بعد کہا کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے یہ کنگن کسریٰ کے ہاتھوں سے چھینے اور سراقہ کے ہاتھوں میں پہنا دیئے۔

سونے کے یہ کنگن بہت بیش قیمت تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی پیش گوئی کی تصدیق کیلئے حضرت سراقہ کے ہاتھوں میں ڈال دیئے تھے جو انکے کندھوں تک پہنچ گئے تھے۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ اس کو ہمیشہ پہنے رہے حالانکہ سونے کا استعمال مردوں کیلئے جائز نہیں تو امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سراقہ کو سونے کے کنگن کیوں پہنائے؟ اس لئے کہ سید عالم ﷺ کا صرف حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کیلئے خصوصی حکم تھا۔

فتح مکہ کی خبر:

بخاری نے سلیمان بن صرد سے روایت کی ہے کہ جب غزوۂ خندق میں کفار کا لشکر فرار ہو گیا اور مدینہ سے محاصرہ اٹھ گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

''اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے اور وہ ہم پر چڑھائی نہ کر سکیں گے، ہم ہی ان پر لشکر کشی کریں گے''

واقعہ اس خبر کے مطابق ہی ظاہر ہوا کہ غزوۂ خندق کے بعد کفار قریش مدینہ منورہ پر لشکر کشی نہ کر سکے اور حضور ﷺ غزوۂ فتح میں ان پر لشکر لے کر گئے اور مکہ کو فتح کیا۔

تہتر (۷۳) فرقے:

امام احمد، ابو داؤد، ترمذی اور حاکم نے روایت کی ہے کہ نبی غیب داں عالم ما کان وما یکون ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''قریب ہے کہ میری امت میں تہتر (۷۳) فرقے ہو جائیں گے وہ سب کے سب جہنمی ہوں گے مگر ایک فرقہ، صحابہ نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ وہ نجات پانے والا جنتی فرقہ کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا! جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگا''۔

حضرت جبریل کی اصل صورت:

بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' اور ابن سعد نے طبقات میں عمامہ بن یاسر سے روایت کی ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ مجھے جبریل کو ان کی اصل صورت میں دکھلا دیجئے، آپ نے فرمایا تم جبریل کو نہ دیکھ سکو گے''

انہوں نے دوبارہ عرض کیا! حضور ﷺ آپ دکھلا دیجئے، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ''بیٹھ جاؤ'' وہ بیٹھ گئے اور حضرت جبریل علیہ السلام کعبہ پر اترے۔ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''نگاہ اٹھا'' انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا حضرت جبریل علیہ السلام کا جسم زبرجدِ اخضر (ہرا) کی مانند ہے۔ وہ دیکھتے ہی تاب نہ لا سکے اور غش کھا کر گر گئے۔ (نسیم الریاض)

معارف القلوب

گزشتہ سے پیوستہ

اظہار تمنا کے انداز

﴿آداب دعا اور اسباب اجابت﴾

مصنف: رئیس المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن
شارح: امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
محشی: مولانا عبدالمصطفیٰ رضا عطاری

ادب ۴۸: ایسوں سے کہا جائے کہ اے بے حیا! بے شرمو! ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالو۔ اگر کوئی تمہارا برابر والا دوست تم سے ہزار بار کچھ کام اپنے کہے اور تم اس کا ایک کام نہ کرو، تو اپنا کام اس سے کہتے ہوئے اوّل تو آپ لجاؤ گے کہ ہم نے تو اس کا کہنا کیا ہی نہیں، اب کس منہ سے اس سے کام کو کہیں اور اگر ''غرض دیوانی ہوتی ہے'' کہہ بھی دیا اور اس نے نہ کیا، تو اصلاً محلِ شکایت نہ جانو گے، کہ ہم نے کب کیا تھا، جو وہ کرتا۔ اب جانچو کہ تم مالکِ علی الاطلاق عز جلالہ کے کتنے احکام بجالاتے ہو۔ اس کا حکم بجانہ لانا اور اپنی درخواست کا خواہی نخواہی قبول چاہنا کیسی بے حیائی اور احمق پن! پھر فرق دیکھ، اپنے سر سے پاؤں تک نظرِ غور کر، ایک ایک روئیں میں ہر وقت ہر آن کتنی کتنی ہزار در ہزار صد ہزار بے شمار نعمتیں ہیں۔ تو سوتا ہے اور اس کے معصوم بندے تیری حفاظت کو پہرا دے رہے ہیں، تو گناہ کر رہا ہے اور سر سے پاؤں تک صحت و عافیت، بلاؤں سے حفاظت، کھانے کا ہضم، فضلات کا دفع، خون کی روانی اعضاء میں طاقت، آنکھوں میں روشنی، بے حساب کرم بے مانگے بے چاہے تجھ پر اتر رہے ہیں۔ پھر اگر تیری بعض خواہشیں عطا نہ ہوں، کس منہ سے شکایت کرتا ہے تو کیا جانے کہ تیرے لئے بھلائی کاہے میں ہے، تو کیا جانے کہ کیسی سخت بلا آنے والی تھی کہ اس دعا نے دفع کی، تو کیا جانے کہ اس دعا کے عوض کیسا ثواب تیرے لئے ذخیرہ ہو رہا ہے؟ اس کا وعدہ سچا ہے اور قبول کی یہ تینوں صورتیں ہیں جن میں ہر پہلی پچھلی سے اعلیٰ ہے (۱۱۴)۔ ہاں بے اعتقادی آئی، تو یقین جان کہ مارا گیا اور ابلیسِ لعین نے تجھے اپنے سا کرلیا۔ والعیاذ باللّٰہ سبحنہ وتعالیٰ

اے ذلیل خاک! اے آبِ ناپاک! اپنا منہ دیکھ اور اس عظیم شرف کو غور کر کہ اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے، اپنا پاک متعالی نام لینے، اپنی طرف منہ کرنے، اپنے پکارنے کی تجھے اجازت دیتے ہیں۔ لاکھوں مرادیں اس فضلِ عظیم پر نثار۔

او بے صبرے! ذرا بھیک مانگنا سیکھ، اس آستانِ رفیع کی خاک پر لوٹ جا اور لپٹا رہ اور ٹکٹکی بندھی رکھ کہ اب دیتے ہیں، اب دیتے ہیں۔ بلکہ اسے پکارنے، اس سے مناجات کرنے کی لذت میں ایسا ڈوب جا کہ ارادہ و مراد کچھ یاد نہ رہے۔ یقین جان کہ اس دروازے سے ہرگز محروم نہ پھرے گا کہ ؎

من دق باب الکریم انفتح (۱۱۵) ﴿وباللّٰہ التوفیق﴾

ادب ۴۹: اپنے گناہ و خطا پر نظر کر کے دعا کو ترک نہ کرے کہ شیطان کی بھی دعا قبول ہوئی اور اسے قیامت تک مہلت ملی۔ **فانک من المنظرین ○** (۱۱۶)

کہتے ہیں فرعون دن بھر خدائی کا دعویٰ کرتا اور رات کو دعا و زاری میں مشغول رہتا۔ اسی سبب سے جاہ و حشم و مال و ملک اس کا مدّت تک قائم رہا:

روز موسیٰ پیشِ حق نالاں شدے — نیم شب فرعون ہم گریاں شدے
کیں چہ غل است اے خدا بر گردنم — گر نہ غل باشد کہ گوید من منم

(ماخوذاز: اَحسَنُ الوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاءِ مع شرح ذَیلُ المُدَّعَا لِاَحسَنِ الوِعَاءِ)

اے عزیزو! وہ ارحم الراحمین ہے، اس سے ناامید ہونا مسلمان کی شان نہیں۔ جو کافروں کو نعمت سے محروم نہیں رکھتا، تجھے کب محروم کرے گا۔

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب   گبر و ترسا وظیفہ خور داری (۱۱۷)

دوستاں را کجا کنی محروم   تو کہ با دشمناں نظر داری (۱۱۸)

ادب ۵۰: تندرستی وخوشی وفراخ دستی کی حالت میں دعا کی کثرت کرے۔ تا کہ سختی ورنج میں بھی دعا قبول ہو۔ حدیث میں ہے:

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَسْتَجِيبَ اللّٰهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْكُرَبِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ ☆

ادب ۵۱: جس امر کا انجام یقیناً نہ معلوم ہو کہ اپنے لئے کیسا ہے، بلا شرطِ خیر وصلاح دعا نہ کرے۔

قولِ رضا: ممکن ہے کہ جسے یہ اپنے حق میں خیر جانتا ہے، انجام اس کا برا ہو اور بالعکس۔ تو اپنے منہ سے اپنی مضرت (۱۱۹) مانگنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

عَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئاً وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ج وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوا شَيْئاً وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ○ (۱۲۱)

''قریب ہے کہ تم کسی چیز کو مکروہ سمجھو گے اور تمہارے لئے بہتر ہے اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو دوست رکھو گے اور تمہارے لئے بری ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' اور فرماتا ہے:

فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئاً وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْراً كَثِيْراً○ (۱۲۱)

''قریب ہے کہ تم بعض چیزوں کو ناپسند کرو گے
اللہ تعالیٰ ان میں خیر کثیر رکھے گا''

لہٰذا دعا یوں چاہیے کہ الٰہی! اگر میرے لئے یہ امر دین ودنیا وآخرت میں بہتر ہے تو عطا فرما۔ جس کی خیریت ومضرت یقینی ہے، جس میں دوسرا پہلو نہیں، وہاں اس شرط واستثناء کی حاجت نہیں۔ مثلاً الٰہی! میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں۔ الٰہی! مجھ کو دوزخ سے بچا۔ آمین

یہ وہ اکاون آداب ہیں جو حضرتِ مصنف قدس سرہ نے افادہ فرمائے۔ اب فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ لہٗ نو اور ذکر کرتا ہے کہ ساٹھ کا عدد کامل ہو۔ وباللہ التوفیق۔

حوالہ جات

(۱۱۴) انسان اپنے رب عزوجل کے حضور دعا کرتا ہے اور بعض اوقات بظاہر اپنی دعا کی قبولیت کو محسوس نہیں کرتا چنانچہ دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں جب خود ارشاد فرماتا ہے کہ ''مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا'' تو پھر میری دعا کیوں قبول نہیں کی گئی۔ پیارے اسلامی بھائیو! جان لیجئے کہ دعا کی قبولیت کی مختلف صورتیں ہیں۔ اول؛ یہ کہ جو اس نے مانگا وہ نہ دیا گیا کہ شاید اس کے حق میں بہتر نہ تھا اور وہ ارحم الراحمین اپنے بندوں کے حق میں بہتری چاہتا ہے۔ قبولیت دعا کی یہ صورت سب سے اعلیٰ ہے۔ دوم؛ یہ کہ اس دعا مانگنے والے پر کوئی سخت بلا ومصیبت آنی تھی جسے اس کا پروردگار اس دعا کے سبب دور فرما دیتا ہے۔ قبولیت دعا کی اس صورت کا مرتبہ دوسرا ہے۔ سوم: یہ کہ جو مانگا وہ نہیں دیا جاتا بلکہ اس دعا کے عوض آخرت میں ثواب کا ذخیرہ عطا کیا جائے گا۔ حدیث پاک میں فرمایا آپ ﷺ نے کہ جب بندہ آخرت میں اپنی دعاؤں کا ثواب دیکھے گا جو دنیا میں مقبول نہ ہوئی تھیں، تمنا کریگا کاش! دنیا میں میری کوئی دعا قبول نہ ہوتی اور سب یہیں (یعنی آخرت) کے واسطے جمع ہو جاتیں۔

(۱۱۵) جس نے کریم کے دروازے پر دستک دی تو وہ اس پر کھل گیا۔

☆ جس کو یہ پسند ہو کہ مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے تو اس کو چاہیے کہ آسائش کے وقت دعا کی کثرت کرے۔

(۱۱۶) تو مہلت والوں میں ہے۔ سورۃ ص، آیت ۸۰، ترجمہ کنزالایمان

(۱۱۷) اے وہ کریم کہ جس کے خزانۂ غیب سے یہود ونصاریٰ، کفار ومشرکین سبھی کو نعمتیں مل رہی ہیں تو بھلا وہ اپنے دوستوں اور محبوبوں کو کیسے محروم رکھ سکتا ہے۔

(۱۱۹) نقصان (۱۲۰) سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۶۔

(۱۲۱) سورۃ النساء، آیت ۱۹۔

☆☆☆

﴾سلسلہ وار﴿

معارف اسلاف

ابراھیم دھان مکی کا خاندان اور فاضل بریلوی

محمد بہاء الدین شاہ*

استاذ العلماء شیخ عبدالرحمٰن دھان رحمۃ اللہ علیہ کے حالات (م-۱۳۳۷ھ)

مسجد حرام و مدرسہ صولتیہ کے مدرس، ماہر فلکیات شیخ عبدالرحمٰن بن علامہ احمد بن اسعد بن امام تاج الدین بن احمد بن امام ابراہیم بن عثمان بن عبدالنبی دھان مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کی ابتداء اپنے والد ماجد شیخ احمد دھان رحمۃ اللہ علیہ سے کی، قرآن مجید حفظ کیا نیز تجوید سیکھی پھر مسجد حرام میں نماز تراویح کی امامت پر مامور ہوئے۔ شیخ عبدالرحمٰن دھان نے مزید حصول علم کیلئے مدرسۂ صولتیہ میں داخلہ لیا اور فخر العلماء پایۂ حرمین شریفین مولانا رحمت اللہ کیرانوی مکی رحمۃ اللہ علیہ سے نحو منطق، توحید، فقہ اصول، فقہ تفسیر، حدیث، معانی، بیان، ہندسہ و حساب وغیرہ علوم پڑھے۔ مولانا حضرت نور افغانی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے نحو، منطق، تفسیر، حدیث، فقہ، ہندسہ وغیرہ علوم وفنون کی متعدد کتب پڑھیں۔ مولانا اسمٰعیل نواب کابلی مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں طویل عرصہ حاضر رہے اور آپ سے منطق، تصوف وغیرہ علوم اخذ کیئے (۸۹)۔ نیز شیخ الاسلام علامہ سید احمد بن زینی دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۹۰)، مفتی احناف شیخ عبدالرحمٰن سراج حنفی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عبداللہ ہندی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ملا یوسف بنگالی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱) کی شاگردی اختیار کی۔ علامۂ جلیل شیخ عبدالحمید داغستانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ترمذی شریف پڑھی اور شیخ عبدالحمید بخش ہندی رحمۃ اللہ علیہ (۹۲) سے علمِ فلک سیکھ کر اپنے دور کے اہم ماہرینِ فلکیات میں شمار ہوئے۔

شیخ عبدالرحمٰن دھان رحمۃ اللہ علیہ مسجد حرام نیز مدرسہ صولتیہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ جہاں طالبان علم نے آپ سے بھرپور استفادہ کیا اور آنے والے دور میں آپ کے شاگردوں میں سے بہت بڑی تعداد اکابر علماء مکہ میں شمار ہوئی۔ آپ مسجد حرام میں بابِ سلیمانیہ کے سامنے برآمدہ میں حلقۂ درس منعقد کرتے، جس میں تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ علوم میں تعلیم دیا کرتے۔ عمر عبدالجبار مکی نے علم تفسیر پر آپ کے چند دروس سماعت کیئے پھر ان کا خلاصہ اپنی کتاب میں درج کیا اور لکھا کہ شیخ عبدالرحمٰن دھان رحمۃ اللہ علیہ اکابر علماء مکہ میں سے تھے، آپ زہد و ورع، تواضع اور علم و فضل میں مشہور تھے، آپ ہمیشہ سفید لباس زیب تن کیا کرتے۔ آپ حلقہ درس میں تدریس میں مشغول ہوتے یا گھر پر آرام کررہے ہوتے، کہیں جارہے ہوتے یا کسی مقام پر استراحت فرما ہوتے، ہر حال میں غرباء و فقراء نیز اپنے سے چھوٹی عمر والوں کی تواضع آپ کے معمولات میں سے تھی۔ آپ امیر وغریب، عالم و جاہل غرضیکہ ہر طبقہ کے افراد سے ملاقات پر خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ آپ اچھے دل اور صاف نیت، تدریس میں مخلص، طلباء کو دینی علوم میں تفقہ پیدا کرنے میں

*(ناظم: بہاء الدین ذکریا لائبریری، چکوال)

بیتاب، صابروشاکر، وسیع القلب، سخی، کشادہ اخلاق اور نرم مزاج کے مالک تھے۔ اہل مکہ میں آپ اعلیٰ مقام اور اہمیت رکھتے تھے آپ کی بات اور رائے کو قابل احترام سمجھا جاتا۔ آپ کی وفات کے بعد عرصہ دراز تک علماء مکہ کی مجالس میں آپ کا ذکر جمیل جاری رہا۔(۹۳)

شیخ الخطباء والائمۃ مسجد الحرام، جسٹس مکہ مکرمہ شیخ عبداللہ مرداد ابوالخیر شہید رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ شیخ عبدالرحمٰن دھان طویل عرصہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسہ میں استاد رہے، جہاں آپ نے یہ ذمہ داری احسن طریقہ سے نبھائی اور آپ کے لاتعداد تلامذہ مسجد حرام میں مدرس تعینات رہے۔ گورنر مکہ سید حسین بن علی آپ کے قدرداں تھے انہوں نے آپ کو شرعی عدالت میں جج کی نیابت اور اس نوعیت کے دیگر اہم سرکاری مناصب پیش کیئے لیکن شیخ عبدالرحمٰن دھان نے معذرت کردی۔ آپ ولی کامل تھے، عمومی مجالس سے دور رہتے اور عوام میں زیادہ وقت گزارنا پسند نہ کرتے۔ آپ نے اپنی تمام توجہ تدریس پر مرکوز رکھی، یہی وجہ ہے کہ خلق کثیر آپ سے فیض یاب ہوئی۔(۹۴)

شیخ عبدالرحمٰن دھان رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اہم شاگرد عالم جلیل صاحب تصانیف مدرس مدرسۂ فلاح مکہ مکرمہ شیخ محمد یحییٰ امان کتبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

"فضیلة الاستاذ الکبیر والعلامة النحریر المتفنن الوحید قدوة العلماء العاملین ذو القدم الراسخ فی العلوم العقلیة والنقلیة المرحوم الشیخ عبدالرحمن دھان"۔(۹۵)

استاذ العلماء شیخ عبدالرحمٰن دھان رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے جنہوں نے مختلف علمی شعبوں میں اہم خدمات انجام دیں اور اپنے نام تاریخ کے صفحات پر یادگار چھوڑے، ان میں کچھ نام یہ ہیں:

(۱)...... مدرس مسجد حرام علامہ سید حسین بن ابوبکر شطا مکی شافعی (۹۶)

﴿باقی آئندہ﴾

حوالہ جات

(۸۹) سیر وتراجم، ص ۱۶۰-۱۶۲، مختصر نشر النور، ص ۲۴۱-۲۴۲، نظم الدرر، ص ۱۸۴-۱۸۵

(۹۰) امداد الفتاح، ص ۳۷۸

(۹۱) ملا یوسف بن الحاج اسمٰعیل بنگالی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، قرآن مجید حفظ کیا پھر ہندوستان آ کر مزید تعلیم حاصل کی اور واپس مکہ مکرمہ پہنچ کر شادی کی اور مدرسہ صولتیہ نیز مسجد حرام میں مدرس تعینات ہوئے۔ آپ کا سن ولادت و وفات کہیں درج نہیں لیکن اتنا واضح ہے کہ آپ نے ۱۳۰۸ھ کے بعد مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ آپ کے دو بیٹے یعقوب اور ایوب نام کے تھے۔(مختصر نشر النور، ص ۵۱۹، نظم الدرر، ص ۲۱۵)

(۹۲) شیخ عبدالحمید بخش ہندی مکی (م - ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) بچپن میں ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ پہنچے جہاں قرآن مجید حفظ کیا اور دیگر علوم حاصل کیئے۔ آپ ماہر فلکیات تھے اور خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ عالم فاضل، زاہد و عابد اور بکثرت تلاوت قرآن مجید کے پابند تھے۔ مکہ مکرمہ میں ہی وفات پائی (مختصر نشر النور، ص ۲۳۵، نظم الدرر، ص ۱۹۴)

(۹۳) سیر وتراجم، ص ۱۶۰-۱۶۲

(۹۴) مختصر نشر النور، ص ۲۴۱-۲۴۲، نظم الدرر، ص ۱۸۴، ۱۸۵

(۹۵) نشر الدرر، ص ۷۷

(۹۶) علامہ سید حسین شطا بن سید ابوبکر شطا مکی شافعی (م - ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء) کے دیگر اساتذہ میں آپ کے بھائی علامہ سید احمد شطا (م - ۱۳۳۲ھ) کے علاوہ مفتی شافعیہ علامہ سید حسین حبشی مکی (م - ۱۳۳۰ھ)، شیخ محمد یوسف خیاط مکی (وفات انڈونیشیا) اور علامہ سید عبداللہ دحلان مکی شافعی (م - ۱۳۶۰ھ، انڈونیشیا) کے نام شامل ہیں۔ سید حسین شطا جب مسجد حرام میں مدرس ہوئے تو باب زیادۃ کے برآمدہ میں حلقۂ درس منعقد کیا کرتے۔ آپ کے بیٹے سید علوی شطا مدرسہ عزیزیہ مکہ مکرمہ کے ادارہ سے طویل عرصہ وابستہ رہے، پھر طائف شہر میں محکمہ بجلی کے سربراہ ہوئے۔ (سیر وتراجم، ص ۹۳-۹۵، اہل الحجاز، ص ۲۹۵-۲۹۶)

مخدوم زادہ سید محمد اشرف جیلانی مدظلہ العالی

معارف اسلاف

اہلسنّت کا اتحاد وقت کی اہم ضرورت

ماہنامہ ''الاشرف'' فروری ۲۰۰۴ء حضرت مخدوم زادہ سید محمد اشرف جیلانی مدظلہ العالی نے ''آغاز گفتگو'' کے عنوان کے تحت ''اہلسنّت کا اتحاد وقت کی اہم ضرورت'' موضوع پر ایک اداریہ لکھا ہے جو تمام دردمندانِ اہلسنّت کے دل کی آواز ہے۔ واضح ہو کہ ''معارف رضا'' میں بھی اس موضوع پر جنوری اور فروری کے شمارے میں، اسی قسم کے خیالات پیش کیئے جاچکے ہیں، لیکن ماہنامہ الاشرف کے اس شمارے میں کچھ اہم تجاویز بھی ہیں اس لئے ہم بلا کم وبیش ''الاشرف'' کے شکریہ کے ساتھ اسے شائع کررہے ہیں تاکہ جن قارئین کی نظر سے یہ اداریہ نہیں گزرا ان تک اہلسنّت کے اتحاد کا یہ آواز پہنچ جائے۔ (مدیر)

اتحاد میں برکت ہے اتحاد، وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اتحاد ہونا چاہیے، ہم سب کو متحد ہوکر رہنا چاہیے یہ باتیں صرف تقریروں اور تحریروں تک رہ گئی ہیں ان کا عملی مظاہرہ کہیں نظر نہیں آتا جب تک ہم متحد تھے ہم نے بڑی بڑی طاقتوں کو شکست دی لیکن جب انتشار کا شکار ہوئے تو خود شکست کھا گئے۔

جمعیت علماء پاکستان ۲۸/ مارچ ۱۹۴۸ء کو قائم ہوئی اس کے پہلے صدر غازیِ کشمیر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی نور اللہ مرقدہ منتخب ہوئے ان کی قیادت میں جمعیت نے بڑی ترقی کی اور تحریکِ ختمِ نبوت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ جمعیت کے صدر منتخب ہوئے لیکن کچھ عرصے بعد جمعیت انتشار کا شکار ہوکر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی۔ ۴/ اپریل ۱۹۷۰ء کو مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری اشرفی نور اللہ مرقدہٗ نے دارالعلوم حزب الاحناف میں جمعیت کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کے صدور کو جمع کیا ان میں حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ، شیخ القران مولانا عبد الغفور ہزاروی علیہ الرحمہ، شہباز خطابت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب (سجادہ نشین آلومہار شریف) صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی شامل ہیں ان تمام سربراہوں نے اپنے اپنے استعفےٰ پیش کیئے اس کے بعد علامہ سید محمود احمد رضوی علیہ الرحمۃ نے اسی اجلاس میں حضرت قائد اہلسنّت کا نام جمعیت کی صدارت کیلئے پیش کیا جو سب نے متفقہ طور پر منظور کرلیا اس طرح علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمۃ جمعیت علمائے پاکستان کے صدر منتخب ہوئے اور اہلسنّت کا قافلہ قائد اہلسنّت کی بے لوث و بے باک قیادت میں رواں دواں ہوگیا اس اتحاد اہلسنّت کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جمعیت علماء پاکستان نے زبردست کامیابی حاصل کی اور یہ ملک کی ایک بڑی سیاسی جماعت بن کر ابھری اور جب یہ علماء اہلسنّت قومی اسمبلی میں پہنچے جن میں علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمہ اور دیگر حضرات شامل ہیں تو انہوں نے عظیم کارنامے انجام دیئے سب سے پہلے پاکستان کے آئین کو درست کیا اور اس میں مسلمان کی تعریف شامل کروائی کیونکہ اس سے پہلے پاکستان کے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل نہیں تھی یعنی کوئی غیر مسلم بھی اس ملک کا حکمراں بن سکتا تھا لیکن یہ ہمارے علمائے اہلسنّت ہی کا کارنامہ تھا کہ انہوں نے آئین میں یہ تعریف شامل کرائی کہ پاکستان کا سربراہ مسلمان ہوگا، وہ مسلمان جو اللہ کے ماننے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو یعنی آپ کو خاتم النبیین مانتا ہو۔ آئین میں اس تعریف کے داخل ہونے کے بعد کسی غیر مسلم کے پاکستان کا صدر بننے کا امکان ہمیشہ کیلئے ختم ہوگیا۔ دوسرا بڑا کارنامہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوانا تھا۔ یہ کارنامہ بھی علماء اہلسنّت ہی کا تھا

کہ انہوں نے قومی اسمبلی میں فتنۂ قادیانیت کے خلاف دلائل دیئے اوران دلائل کی وجہ سے حکومتِ وقت مجبور ہوگئی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر قومی اسمبلی نے پوری قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے متفقہ طور پر یہ فیصلہ دیا کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔

جب یہ اہم کام ہوئے تو دشمنان اسلام بوکھلا گئے اور یہ سوچنے لگے کہ اگر اہلسنّت اسی طرح متحد رہے تو پھر یہ کسی نہ کسی دن اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کردیں گے چنانچہ اسی وقت سے وہ لوگ علمائے اہلسنّت کے پیچھے پڑ گئے کیونکہ انہیں دیگر مسالک سے کوئی خطرہ نہیں تھا انہیں اگر کوئی خطرہ تھا تو صرف علماء اہلسنّت سے اس لئے کہ فتنۂ قادیانیت کے موقع پر کروڑوں روپے کی پیشکش کے باوجود انہوں نے اپنا مشن جاری رکھا تھا اور اس میں کامیابی حاصل کی تھی۔ اس لئے ایجنسیوں نے پہلے ہماری صفوں میں انتشار پیدا کیا جس کے نتیجے میں جمعیت علماء پاکستان کے دوٹکڑے ہوگئے اور پھر ہر الیکشن کے موقع پر ان علماء اہلسنّت کو روکنے کی کوشش کی گئی کہ یہ کسی طرح اسمبلیوں میں نہ آسکیں کیونکہ اگر یہ لوگ دوبارہ آگئے تو پہلے کی طرح پھر کوئی بڑا کام کریں گے اور نفاذ اسلام کیلئے کوششیں کریں گے اس کے لئے ایجنسیوں نے اپنے ایجنٹ ہماری صفوں میں داخل کیئے جنہوں نے مزید انتشار پیدا کیا۔ ۱۹۷۰ء میں سنّیوں کی صرف ایک سیاسی جماعت جمعیت علماء پاکستان تھی، اسی لئے اسے ۷۰ء میں بھر پور کامیابی ملی لیکن جب ایجنسیوں نے ہمارے اندر اختلافات پیدا کیئے تو پھر ہم مزید انتشار کا شکار ہوگئے۔ پہلے ضیاء الحق کے دور میں جمعیتِ علماءِ پاکستان کے دوٹکڑے ہوئے اس کے بعد سنّیوں کی مزید سیاسی جماعتیں بنیں اور ہر الیکشن کے موقع پر ایک نئی جماعت سامنے آئی۔ پاکستان عوامی تحریک بنی یہ بھی سنیوں کی جماعت تھی پھر سنّی تحریک جو مذہبی جماعت تھی اور اسی حوالے سے جانی پہچانی جاتی تھی وہ میدان سیاست میں کود گئی۔ کسی نے نظام مصطفٰے گروپ بنایا تو کسی نے نفاذِ شریعت گروپ غرضیکہ اہلسنّت کا شیرازہ اس طرح بکھرا کہ پہلے جماعتوں کے ٹکڑے ہوئے پھر مختلف گروپ وجود میں آئے اور الیکشن کے موقع پر اہلسنّت ہی کی مختلف جماعتیں اور گروپ ایک دوسرے کے مدمقابل ہوئے انہوں نے ایک دوسرے کے ووٹ کاٹے اور تیسرا فریق کامیاب ہوگیا۔ بہرحال اب صورت حال یہ ہے کہ اہلسنّت کی دو بڑی جماعتیں جو سیاسی اور مذہبی حوالے سے کام کررہی تھیں دوٹکڑوں میں تقسیم ہوچکی ہیں۔ یعنی جمعیت علمائے پاکستان اور جماعت اہلسنّت بلکہ ان کی ذیلی تنظیم اے این آئی کے بھی دوٹکڑے ہوئے چکے ہیں۔ علمائے اہلسنّت اور عوام اہلسنّت بھی دو جماعتوں سے وابستہ ہونے کی وجہ سے دوحصوں میں تقسیم ہوچکے ہیں اور ان میں سے اکثر علماء و مشائخ اس صورت حال سے دل برداشتہ ہوکر غیر جانب دار ہیں کیونکہ ایک جماعت میں شامل ہونا دوسری جماعت سے مخالفت مول لینا ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ قائد اہلسنّت کے وصال کے بعد اتحاد کی کوشش کیوں کی جارہی ہے کیا ان کی زندگی میں اتحاد کی ضرورت نہیں تھی۔ بیشک اتحاد کی ضرورت اس وقت بھی تھی، آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی لیکن اس وقت حضرت قائد اہلسنّت کی شخصیت ہی تنہا سیاسی اور مذہبی لحاظ سے اہلسنّت کی نمائندہ تھی اور وہ تنہا ہی ہر پلیٹ فارم پر اہلسنّت کی طرف سے لڑرہے تھے لیکن ان کے وصال کے بعد اب صورت حال مختلف ہوچکی ہے اب ہمارے سامنے ایسی کوئی قدآور شخصیت نہیں ہے جو مذہبی، سیاسی لحاظ سے اہلسنّت کی نمائندہ ہو اس لئے اس وقت اتحاد اہلسنّت کی اشد ضرورت ہے ایسا نہیں ہے کہ اہلسنّت کے پاس مذہبی اور سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے علماء نہیں ہیں یقیناً ایسے علماء موجود ہیں لیکن انتشار کی وجہ سے ہم کسی کو اپنا قائد ماننے کیلئے تیار نہیں اور اپنی جماعتیں بنائے بیٹھے ہیں۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اہلسنّت کی جتنی تنظیمیں مذہبی یا سیاسی لحاظ سے کام کررہی ہیں ان کے سربراہ اپنے عہدوں کے خول سے نکل کر اتحاد اہلسنّت کیلئے کوششیں کریں جس طرح کے ۱۹۷۰ء میں ہمارے اکابرین نے کیا تھا۔

اس سلسلے میں جمعیت علماء پاکستان کے افراد سے پوچھا کہ کیا آپ اپنے مخالفین سے مصالحت کریں گے تو انہوں نے جواب میں کہا نہیں، کیونکہ ایسا کرنے سے یہ محسوس ہوگا کہ وجہ نزاع حضرت قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ کی ذات تھی کہ جب وہ اس دنیا سے چلے گئے تو مصالحت ہوگئی۔ ہم بڑے ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر مصالحت کے بارے میں اہلِ جمعیت کا یہی نظریہ ہے تو پھر شہزادۂ رسول، جگر گوشۂ بتول حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کیا کہیں گے، انہوں نے اپنے والد مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد ان کے مخالفین سے صلح کر لی تھی کیا معاذ اللہ وہاں وجہ نزاع مولائے کائنات کی ذات تھی نہیں ہرگز نہیں اور وہاں تو صورت حال یہ تھی کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان دو جنگیں ہو چکی تھیں، جنگِ جمل اور جنگ صفین اور ان جنگوں کے نتیجے میں دونوں جانب شہداء کی لاشوں کے انبار لگ چکے تھے اس کے باوجود شہزادۂ رسول سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے اختلاف رکھنے والوں اور ان سے جنگ کرنے والوں سے صلح کی اور امت مسلمہ کو مزید انتشار اور قتل و غارت گری سے بچالیا۔ جناب یہاں تو صورت حال اتنی خراب نہیں ہے دونوں گروہوں میں خدانخواستہ جنگیں نہیں ہوئیں اور نا ہی طرفین میں اس اختلاف کے نتیجے میں کسی کا جانی نقصان ہوا ہے ہاں تحریری جنگ ضرور ہوئی ہے طرفین نے ایک دوسرے پر بے بنیاد الزامات ضرور لگائے ہیں اور اس تحریری جنگ میں دونوں جانب سے تہذیب کی حدود کو بھی پار کیا گیا ہے جو یقیناً غلط ہے اختلاف کیسا ہی شدید ہو لیکن کسی کی ذات کو یا ان کے اکابرین کو نشانۂ تنقید بنانا کسی طرح مناسب نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دونوں جانب سے ایک دوسرے کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یقیناً اس میں دونوں طرف کے اکابرین کی رائے ہرگز شامل نہیں ہوگی، نہ تو قائد اہلسنّت علیہ الرحمہ نے اپنے مخالفین کے بارے میں نا مناسب باتیں لکھنے کا حکم دیا ہوگا اور نہ ہی دوسری جانب سے ایسا کہا گیا ہوگا، ہم تو دونوں کیلئے حسنِ ظن رکھتے ہیں۔ بہر حال اہلِ جمعیت کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ جب دو گروہوں کے درمیان جنگیں ہونے کے بعد اور طرفین کا جانی نقصان ہونے کے بعد صلح ہو سکتی ہے تو کیا تحریری جنگ کے بعد صلح نہیں ہو سکتی؟ یقیناً ہو سکتی ہے۔

اب وقت ہے کہ صاحبزادہ انس نورانی مدظلہ العالی آگے بڑھیں اور حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے والد کے مخالفین کی جانب صلح کا ہاتھ بڑھائیں اور پچھلے تمام اختلافات کو بھلا کر سب کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کر دیں۔ دوسری جانب کے علماء اہلسنّت کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ وہ اپنے تمام اختلافات ختم کر کے صرف مسلکِ حق اہلسنّت کی بقا اور اتحاد کی خاطر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں تاکہ ہماری مذہبی جماعت، جماعت اہلسنّت بھی ایک ہو اور سیاسی جماعت، جمعیت علمائے پاکستان بھی ایک ہو۔

اتحاد اہلسنّت کیلئے تجاویز:

۱...... جمعیت علمائے پاکستان اور اس کے مختلف گروپ جو بعد میں بنے ہیں، انہیں ختم کر کے اصل جمعیت علماء پاکستان میں ضم کر دیا جائے تاکہ سیاسی لحاظ سے سنیوں کی صرف ایک سیاسی جماعت ہو۔

۲...... مرکزی جماعت اہلسنّت جو بعد میں بنی ہے اسے ختم کر کے اصل جماعت اہلسنّت میں شامل کر دیا جائے تاکہ مذہبی لحاظ سے سنیوں کی صرف ایک جماعت ہو۔

۳...... ان مندرجہ بالا جماعتوں کے موجودہ صدور اپنے اپنے عہدوں سے مستعفی ہو جائیں پھر جید علماء پر مشتمل ایک سپریم کونسل بنادی جائے جو غور و فکر کر کے ان کے صدور کا انتخاب کرے۔

۴...... جمعیت علماء پاکستان میں صرف علماء کو اہم عہدے دیئے جائیں غیر علماء کو اگر رکھا جائے تو اہم عہدے نہ دیئے جائیں۔

۵...... موجودہ نئی سیاسی تنظیموں کے صدور کی مجلس شوریٰ قائم کی جائے جو جمعیت علماء پاکستان کے لئے آئندہ کا لائحہ عمل طے کرے۔

معارف اسلاف

عاشق رسول، غوث زمان حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ

از: مولانا صاحبزادہ عطاء الرحمٰن قادری رضوی

ولادت باسعادت: عاشق شاہِ جیلان، غوثِ زمان حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی علیہ الرحمہ ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء میں ہری پور ہزارہ کے ایک گاؤں چھوہر شریف میں پیدا ہوئے۔ ابھی آپ کی عمر شریف صرف آٹھ برس تھی کہ آپ کے والد ماجد، رئیس الاصفیاء حضرت فقیر محمد المعروف بہ خواجہ خضری قدس سرہٗ رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆...... ابتداء ہی سے آپ کی طبعیت عبادت و ریاضت کی جانب مائل تھی۔ بچپن میں آپ نے ایک عجیب چلّہ کرنے کا ارادہ فرمایا جس کا مقصد جسمانی کدورتوں اور آلائشوں کی تطہیر تھی۔ چنانچہ آپ نے مکان کے ایک گوشے میں بیٹھ کر اوراد و وظائف کا سلسلہ شروع کر دیا کھانے پینے کا سلسلہ بالکل بند ہو گیا۔ یوں جب چلّہ مکمل ہوا تو آپ کے قلب و ذہن کو نورانیت مل گئی۔

بیعت: آپ بغرضِ زیارت حضرت مولانا اخوند عبدالغفور علیہ الرحمۃ کی خدمتِ اقدس میں سیدو شریف (سوات) حاضر ہوئے۔ حضرت نے آپ کی بہت عزت افزائی فرمائی اور ارشاد فرمایا!

''اپنے گھر جا کر رہو تمہارا مرشد خود تمہارے
پاس آ کر تمہیں بیعت کرے گا''

چند ہی دن گزرے تھے کہ حضرت شیخ یعقوب شاہ گنجھتر وی علیہ الرحمۃ چھوہر شریف تشریف لائے اور حضرت خواجہ کو بیعت فرمایا۔

تصنیفات: حضرت خواجہ عبدالرحمٰن قدس سرہٗ اُمی تھے یعنی آپ نے علوم مروجہ کسی استاد سے حاصل نہیں کئے اور نہ ہی کسی سے لکھنا سیکھا البتہ صرف قرآن پاک استاد صاحب سے پڑھا لیکن حیرت ہوتی ہے کہ باوجود اُمی ہونے کے آپ کی تصنیفات متعدد ہیں۔ جن میں مجموعہ ''صلوات الرسول ﷺ سرفہرست اور مشہور ہے

مجموعہ صلوٰت الرسول (ﷺ): بخاری شریف کی طرز پر تیس (۳۰) پاروں پر مشتمل یہ وہ کتاب ہے جسے درود شریف کا انسائیکلو پیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ مزید لطف کی بات یہ ہے کہ درود شریف کے ساتھ ساتھ سرکارِ دو عالم ﷺ کی سیرت و اوصاف، محاسن و فضائل نہایت احسن انداز میں یوں بیان کئے گئے ہیں کہ ہر پارہ کسی نہ کسی وصف کے بیان میں مستقل ہے۔ مثلاً پہلا پارہ نورانیت مصطفےٰ ﷺ کے بیان پر مشمل ہے۔ دوسرا پارہ صلوٰۃ وسلام تیسرا پارہ بدن مبارک اور اعضاء شریف کے کمالات اور چوتھے پارے میں لباس مبارک کا بیان ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس

مختصر یہ کہ کتاب کیا ہے علوم و معارف کا اور عشق مصطفےٰ ﷺ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ سبحان اللہ ماشاء اللہ۔

بنگلہ دیش: سے شائع شدہ اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن اس وقت

میرے سامنے ہے جو حضرت سیدی وسندی علامہ الحاج ابو داؤد محمد صادق صاحب مدظلہ العالی کی عنایت سے حاصل ہوا ہے۔ ہر پارہ ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے اور یوں کل صفحات ۱۴۴۰ ہیں۔ کتاب دیکھ کر قاری بے اختیار یہ کہہ اُٹھتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کو بارگاہِ خداوندی سے علم لدنی کا ذخیرہ نہیں بلکہ بے کراں سمندر عطا ہوا تھا۔ بعض مقامات تو ایسے ہیں کہ پڑھتے ہوئے قاری پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ مثلاً اکیسواں پارہ علم غیب شریف کے بیان پر مشتمل ہے اس میں حضرت خواجہ صاحب نے اس روانی اور تسلسل سے شواہد پیش کئے ہیں کہ پڑھنے والا مسرور ہوتا چلا جاتا ہے۔ الغرض یہ کتاب جہاں علمائے کرام کیلئے وسعت معلومات کا ذریعہ ہے وہاں صوفیائے کرام کیلئے فراوانی کیفیات اور بلندیٔ درجات کا سامان ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کی وصیت کے مطابق دفع بلا و مصیبت و وباء قحط و طاعون میں اس کا ختم اکسیر اور مجرب ہے۔

اخلاق و عادات: حضرت خواجہ صاحب طبعاً سادگی پسند تھے۔ تصنع، بناوٹ، نمود و نمائش سے آپ کو نفرت تھی۔ آپ کا لباس بھی سادہ ہوتا، اکثر موٹا کھدر استعمال فرماتے۔ علماء و فقراء جب آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو تعظیماً کھڑے ہوجاتے۔ آپ کی نشست گاہ میں کوئی فرش وفروش کا سامان نہ تھا، نہ آپ کی ملاقات کیلئے وقت مقرر تھا۔ ایک مرتبہ عرض کیا گیا آپ کی گدی نشین کون ہوگا؟ فرمایا!

''گدی کہاں، ہم تو چٹائی پر بیٹھنے والے ہیں''

دینی مدارس کا قیام: اگرچہ حضرت خواجہ صاحب نے کسی درس گاہ میں تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن علم دین کے تحفظ اور ترویج و اشاعت کیلئے دینی مدارس کا قیام بہت ضروری خیال فرماتے تھے۔

چنانچہ آپ نے مدرسہ اسلامیہ محمدیہ کے نام سے ایک عظیم دینی درسگاہ قائم فرمائی۔ جس میں طلبہ کو پڑھتے دیکھ کر آپ کا دل باغ باغ ہو جاتا۔ جب طلبہ فارغ التحصیل ہوتے تو آپ کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہتی اور آپ کا چہرہ مسرت سے چمک اٹھتا۔ یہ مدرسہ آج بھی ہری پور ہزارہ میں دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ کے نام سے وسیع عمارت اور کثیر طلبہ کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔ آپ کے خلیفہ اعظم حافظ سید احمد سریکوٹی علیہ الرحمۃ اور دیگر مریدین کی کوششوں سے بنگلہ دیش میں بہت سے مدارس قائم ہوئے۔ حضرت سید احمد سریکوٹی علیہ الرحمہ کے صاحبزادہ حضرت پیر طیب شاہ علیہ الرحمہ نے بھی مدارس کا ایک جال اسلامی بنگلہ دیش میں قائم کیا ہے، مدارس کے نام یہ ہیں:

۱..... جامعہ طیبیہ قادریہ عالیہ، ڈھاکہ، بنگلہ دیش

۲..... مدرسہ غوثیہ طیبیہ طاہریہ سنیہ، لنگاڈو، رنگامائی، بنگلہ دیش

۳..... مدرسہ طیبیہ طاہریہ حلمیہ سنیہ، سلہٹ، بنگلہ دیش،

۴..... مدرسیہ طیبیہ طاہریہ سنیہ، کاکس بازار، چٹا گانگ، بنگلہ دیش

۵..... موحیلہ مدرسہ (عورتوں کا مدرسہ) سولہ شہر، چٹا گانگ، بنگلہ دیش

۶..... مدرسہ طیبیہ وددو دیہ سنیہ، چندر گونہ، بنگلہ دیش

۷..... جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ، چٹا گانگ، بنگلہ دیش

ان مدارس کے قیام سے بنگلہ دیش میں مسلک اعلیٰحضرت کے فروغ میں بڑی مدد ملی ہے۔ جن میں جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ سرفہرست ہے اور اس وقت بنگلہ دیش میں اہلسنّت و جماعت کا عظیم مرکز ہے۔

طلبہ سے محبت اور خدمت: طلبہ سے بہت محبت فرماتے تھے اور خود ان کی خدمت کرنے میں عار محسوس نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ عشاء کے وقت ایسی زور کی بارش ہوئی کہ گھر سے نکلنا دشوار تھا۔

مدرسہ جو خانقاہ شریف سے ایک میل دور تھا، وہاں طلبہ کیلئے کھانا لے کر جانا تھا لیکن موسلا دھار بارش کی وجہ سے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ یہ کیفیت دیکھ کر آپ خود ہی کھانا لے کر مدرسہ کی جانب چل پڑے۔ راستے میں ایک نالہ پر سے آپ کا پاؤں پھسل گیا اور آپ نالے میں گر پڑے، کپڑے بھیگ گئے، روٹیوں اور ترکاری کی حالت بھی عجیب تھی۔ فوراً واپس آئے اور کھانا پھر تیار کروایا۔ ایسی حالت میں بھی اپنی تکلیف کا مطلق خیال نہ کیا۔ احساس تھا تو صرف اس بات کا کہ طلبہ کو بھوک ستا رہی ہوگی اور وہ منتظر ہوں گے۔

تصوف بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

وصال پر ملال: یکم ذوالحجہ ۱۳۴۲ھ بروز ہفتہ بعد نماز مغرب اسی (۸۰) سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ مزارِ پر انوار چھوہر شریف ضلع ہری پور میں مرجع خواص و عوام ہے۔ آپ کے سالانہ عرس مبارک میں دور دراز سے لوگ جوق در جوق شریک ہوتے ہیں۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

جینا انہی کا جینا ہے مرنا انہی کا مرنا
اک بانکپن سے جینا اک بانکپن سے مرنا

مولانا محمد یونس باڑی مظہری کے انتقال پر اظہارِ تعزیت

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب، جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب، ڈاکٹر حافظ عبدالباری صدیقی صاحب، عبداللطیف قادری صاحب، منظور حسین جیلانی صاحب اور دیگر اراکین نے ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے خلفیۂ مجاز مولانا محمد یونس باڑی مظہری علیہ الرحمہ کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ادارہ کے دفتر میں ان کے ایصال ثواب کیلئے دعائے مغفرت کی اور ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی اور مرحوم کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ ﴿مدیر﴾

نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا منان رضا خان کی ادارے میں آمد

۱۶ فروری ۲۰۰۴ء کو نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا منان رضا خان صاحب مدظلہ العالی، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ نصر اللہ خان افغانی صاحب اور ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ہمراہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے دفتر میں تشریف لائے۔ مہمانان گرامی کا پر جوش استقبال ادارہ کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب نے پھولوں کا ہار پہنا کر کیا اور اس موقع پر سندھ کی مشہور چادر "اجرک" اور ادارے کی مطبوعات کے تحفے بھی نبیرۂ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ حضرت منان رضا خان صاحب نے کمپیوٹر سیکشن، مخطوطات سیکشن کا معائنہ کرنے کے بعد اپنے تاثرات ادارہ کے رجسٹر میں درج کئے؛ انہوں نے فرمایا کہ میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کی کارکردگی سے بہت مسرور اور مطمئن ہوں، ادارہ کا دفتر اور لائبریری بھی بہت شاندار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، آمین۔ اسی موقع پر رابطہ سیکریٹری حاجی عبداللطیف قادری صاحب کے علاوہ ادارے کے دیگر دفتری عملہ بھی موجود تھا۔ ﴿مدیر﴾

چلتی ٹرین پرنماز اوراس کاحکم

از: فضل احمد مصباحی*

آخری قسط

عذر من جانب العباد کب ہوتا ہے:

عذر من جانب العباد کب ہوتا ہے؟ کیا اس کے تحقیق کی صرف ایک ہی صورت ہے؟ جیسا کہ پاکستانی محقق علامہ غلام رسول سعیدی کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:

''عذر من جہۃ العباد اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اصل طریقہ پر عبادت کرنے سے ڈرائے اور دھمکائے اور چلتی ہوئی ٹرین سے اتر کر نماز پڑھنے پر چونکہ کسی شخص کی طرف سے ڈرانا یا دھمکانا متحقق نہیں ہوتا بلکہ مسافر حادثہ اور ہلاکت کے خطرہ اور خوف سے چلتی ہوئی ٹرین سے نہیں اترتا لہٰذا یہ خوف بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اس لئے ٹرین پر نماز پڑھنا عذر من اللہ کی وجہ سے ہے عذر من العباد کی وجہ سے اصلاً نہیں'' (شرح صحیح مسلم، ج۲،۴۰۶)

یعنی اس قول کے مطابق عذر من العباد صرف ڈرانے اور دھمکانے کی صورت ہی میں متحقق ہو سکتا ہے، جب کہ یہ حقیقت کے خلاف اور بے بنیاد بات ہے۔ ہر چیز میں منع و عذر ایک نہیں ہوتا، اگر چہ بندہ ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ ابھی ابھی فتح القدیر، شامی، کفایہ وغیرہ کے حوالہ سے گذرا کہ محبوس فی السجن (جس کو قید خانہ میں بند کر دیا گیا ہو) کو پانی نہ ملے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے گا، پھر جب قید خانہ سے آزاد ہو جائے تو وضو اور نماز کا اعادہ کرے گا۔ اب بتایا جائے کہ اس صورت میں قتل کی وعید کہاں ہے۔ پھر اسے عذر من جانب العباد کیسے مان لیا گیا۔ کیا وہاں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جیل کی سلاخوں سے سر ٹکرا ٹکرا کر جان دے دینے کا خوف اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اور اس خوف کی وجہ سے بلا اعادہ وضو اور نماز جائز ہو جانا چاہیے۔

بات بالکل واضح اور صاف ہے کہ قیدی قید کیئے جانے کی وجہ سے وضو پر قادر نہ ہو سکا۔ لہٰذا وضو سے مانع بندہ ہوا اور یہ عذر من جانب العباد قرار پایا۔ بالکل اسی طرح ٹرین کے نہ رکنے کی وجہ ڈرائیور کا نہ روکنا ہے۔ لہٰذا یہ عذر من جانب العباد ہوا اور حکم اس میں یہ ہے کہ پڑھ لے پھر بعد میں اعادہ کرے۔

ٹرین پر نماز، کشتی یا چوپایہ پر نماز کی طرح:

ٹرین پر نماز نہ کشتی پر نماز کی طرح ہے اور نہ ہی چوپایہ پر نماز کی طرح، اور نہ ہی کسی فقیہ نے ٹرین پر نماز کو ان دونوں میں سے کسی پر قیاس کیا ہے۔ لہٰذا یہ لکھنا ''ریل کو کشتی پر قیاس کر کے ہم گفتگو کر چکے، اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر ریل کو چوپایہ پر بھی قیاس کیا جائے تب بھی جان و مال کی ہلاکت کے عذر کی وجہ سے اس پر فرض نماز جائز ہے'' (شرح صحیح مسلم، ج۲،ص۳۹۹)

اپنی طرف سے محض ایک فرضی تصویر پیش کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ ٹرین زمین پر چلتی ہے جب کہ کشتی پانی پر۔ چوپایہ رک بھی جائے تو اس پر بلا عذر فرض نماز درست نہیں، جب کہ ٹرین رک جائے تو اس پر نماز بلا عذر بھی درست ہے۔ لہٰذا ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کیئے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ زمین پر استقرار بالکلیہ شرط صحت نماز ہے اور جسطرح چلتی ٹرین میں استقرار زمین پر نہیں، اسی طرح چوپایہ پر نماز پڑھنے کی صورت میں بھی استقرار بالکلیہ زمین پر نہیں ہے، خواہ سواری چل رہی ہو یا کھڑی ہو،

*(مفتی جامعہ عربیہ ضیاء العلوم، بنارس)

اور اسی بات کو تمام فقہاء نے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ بحر الرائق میں ہے:

وفی الظهيرية واذا صلى على الدابة فى محمل وهو يقدر على النزول لا يجوزلهٗ ان يصلى على الدابة اذا كانت الدابة واقفة الاان يكون المحمل على عيد ان على الارض، امام الصلوٰة على العجلة ان كان طرف العجلة على الدابة وهو تسير اولا تسير فهى صلوٰة على الدابة تجوز فى حالة العذر ولا تجوز فى غير حالة العذر وان لم يكن طرف العجلة على الدابة جاز وهو بمنزلة الصلوٰة على السرير انتهىٰ وهٰذا كلهٗ فى الفرض " (البحر الرائق، ج۲،ص۱۱۵)

یعنی ظہیر یہ میں ہے کہ جب کسی نے چوپایہ پر کجاوہ میں نماز پڑھی حالانکہ وہ زمین میں اترنے پر قدرت رکھتا تھا تو چوپایہ پر نماز اس وقت بھی درست نہیں جب کہ وہ ٹھہرا ہو، ہاں کجاوہ ایسی لکڑی پر ہو جو زمین پر ٹکی ہو تو نماز درست ہو جائے گی۔ لیکن گاڑی پر نماز جب کہ گاڑی کا کوئی حصہ چوپایہ پر رکھا ہو، خواہ چوپایہ چل رہا ہو یا ٹھہرا ہوا، چوپایہ پر نماز کی طرح ہے، عذر کی حالت میں جائز ہے، بلا عذر جائز نہیں اور اگر گاڑی کا کوئی حصہ چوپایہ پر نہ رکھا ہو تو جائز ہے اور یہ تخت پر نماز پڑھنے کی طرح ہے، یہ سب احکام فرض نماز کے ہیں

اور بعینہ یہی بات الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ، بدائع فتح القدیر، کفایہ، ردالمحتار وغیرہ میں بھی مذکور ہے، جس سے صاف واضح ہے کہ چوپایہ پر نماز کے مسئلہ پر ٹرین پر نماز کے مسئلہ کا قیاس نہیں کیا گیا ہے کہ کشتی جب بھی رکے گی پانی ہی پر رکے گی، زمین پر نہیں تو اس کا روکنا نہ روکنا دونوں برابر۔ یہی وجہ ہے کہ کشتی بیچ دریا میں نہ ہو بلکہ کنارہ لگی ہو اور یہ شخص اتر کر نماز پڑھ سکتا ہے تو کشتی پر نماز جائز نہیں۔ چنانچہ بدائع میں ہے:

"وان كانت مربوطة غير مستقرة على الارض فان امكنهٗ الخروج منها لا تجوز الصلوٰة فيها قاعداً لانها اذا لم تكن مستقرة على الارض فهى بمنزلة الدابة ولا يجوز اداء الفرض على الدابة مع امكان النزول كذا هٰذا"۔ (بدائع الصنائع، ج۱،ص۲۹۱)

اس کے برخلاف ٹرین جب بھی رک جائے گی وہ زمین پر رکے گی اور مثل تخت ہو جائے گی اور اس پر نماز درست ہوگی، لہٰذا ان دونوں مسئلوں کو ایک قرار دے کر، ایک کا دوسرے پر قیاس کرنا عقلاً نقلاً ہر طرح باطل ہے۔

چلتی ٹرین پر پڑھی گئی نماز کا اعادہ، باب عبادت میں یہی احتیاط کا تقاضہ:

جو علماء چلتی ٹرین پر نماز کے صحیح ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ وہ یہ نہیں فرماتے کہ وقت نکلتا دیکھے تو بیٹھا رہ جائے، بلکہ وہ بھی یہ فرماتے ہیں کہ وقت کے احترام کے پیش نظر نماز پڑھ لے اور بعد میں اعادہ کرے، جیسا کہ مجدد اعظم امام احمد رضا اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی مصنف بہار شریعت اسکے قائل ہے۔ ایسا قطعاً نہیں کہ یہ حضرات چلتی ٹرین پر نماز پڑھنے والوں کو روکتے ہوں، جن کی وجہ سے انہیں نماز اور ذکر الٰہی سے روکنے والا کہا جائے۔ لہٰذا پاکستانی محقق غلام رسول سعیدی صاحب کا یہ لکھنا:

> ''اس دوران اگر مسافر نماز نہ پڑھیں تو فرض کے تارک قرار پائیں گے اور ان کو نماز سے روکنے والا ''أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهٰى عبداً اِذَا صَلّٰى '' کی وعید میں داخل ہونے کے خطرہ میں ہے'' (شرح صحیح مسلم، ج۲،ص۳۹۸)

بے حد خطرناک ہے۔ آخر کس فقیہ نے چلتی ٹرین پر نماز پڑھنے سے روکا ہے؟ وہ بھی عین نماز پڑھنے کی حالت میں؟ چلتی ٹرین پر نماز کے صحیح نہ ہونے کا حکم بتانا اور ہے اور نماز سے روکنا شئی دیگر ہے۔ سورج طلوع ہوتے وقت نماز پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے۔

حدیث شریف میں نہی وممانعت وارد ہے تو معاذ اللہ کیا یہ کہا جائے گا کہ اس حدیث شرف میں نماز سے روکا گیا ہے اور معاذ اللہ کیا روکنے والا ''أَرَأَیتَ الَّذِی یَنۡهٰی عبداً اِذَا صَلّٰی'' کی وعید میں داخل ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ اس مسئلہ کو بیان کرنے میں ذرہ برابر علم و دیانت کے تقاضہ کو پورا کیا گیا ہے۔

شمس الائمہ حلوانی سے پوچھا گیا کہ عوام کاہلی وسستی کی بنیاد پر فجر کی نماز طلوعِ شمس کے وقت پڑھتے ہیں، کیا ہم انہیں اس سے روکیں، فرمایا نہیں اس لئے کہ اگر انہیں روکا جائے گا تو وہ مطلقاً چھوڑ دیں گے اور ایسے وقت میں چونکہ محدثین کے نزدیک نماز درست ہو جاتی ہے اس لئے عوام کا اس طرح نماز پڑھ لینا کہ کسی کے نزدیک درست ہو جائے، مطلقاً چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔ اس موقع پر علامہ شامی نے فرمایا کہ صرف روکا نہ جائے گا، یہ مطلب نہیں کہ عدم صحت کا حکم ہی نہیں لگایا جائے گا۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"انا دان المستثنیٰ المنع لا الحکم لعدم الصحة" (ردالمحتار، ج ا، ص ۲۴۸)

یہی تو وجہ ہے کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل پڑھتے دیکھا (حالانکہ بعد عید نوافل مکروہ ہیں) کسی نے عرض کیا، آپ ایسے وقت میں نماز کیوں نہیں روکتے؟ جواباً ارشاد فرمایا: کیا میں روک کر اس وعید میں داخل ہو جاؤں جس کا ذکر آیت "أرأیت الذی ینهیٰ الخ" میں ہے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہ نے یہ فرمایا کہ ایسے وقت میں نماز پڑھنے کو میں مکروہ نہیں قرار دیتا، ورنہ وعید میں داخل ہو جاؤں گا۔

بلکہ غور وفکر سے کام لیجئے تو بات واضح ہو کر سامنے آجائے گی کہ احتیاط اسی میں ہے جو مجددِ اعظم اور صدر الشریعہ کے فتاویٰ میں ہے، یعنی وقت نکلتا دیکھے تو پڑھ لے، پھر بعد میں اعادہ کرے کہ اگر عند اللہ چلتی ٹرین پر نماز نہ ہوئی تو اعادۂ صلوٰۃ کے ذریعہ بالیقین وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔ اس کے برخلاف پاکستانی محقق علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کے قول میں ذرہ برابر احتیاط سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ جب کہ باب عبادت میں احتیاط ہی پر عمل اولیٰ ہے، جس کی بے شمار نظیریں فقہی مسائل میں موجود ہیں۔

صلوٰۃ خوف میں عذر من جانب العباد یا من جانب اللہ:

صلوٰۃ خوف میں جب کہ بندے کی طرف سے وعید وغیرہ ہو تو عذر من جانب العباد ہے، من جانب اللہ نہیں اور اس حالت میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ بعد زوال مانع ضروری ہوگا، البتہ عذر اگر من جانب اللہ ہو تو اعادہ لازم نہیں ہے۔ اس کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

اولاً: اس باب میں فقہا کا اختلاف رہا ہے کہ دشمن کا خوف من جانب اللہ ہے یا من جانب العباد۔ صاحب معراج اول کی طرف گئے اور اور صاحب نہایہ ثانی کی طرف۔ پھر علامہ ابن نجیم مصری نے یہ کہہ کر دونوں میں تطبیق دی کہ صاحب معراج کی مراد وہ خوف ہے جس میں بندے کی طرف سے وعید نہ ہو اور صاحب نہایہ کی مراد وہ خوف ہے جس میں بندہ کی طرف سے کوئی وعید ہو۔ لہٰذا پہلا من جانب اللہ اور اس میں اعادہ نہیں اور دوسرا من جانب العباد ہے اور اس میں اعادہ لازم ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے:

"ثم اعلم انه اختلف فی الخوف من العدو هل هو من الله تعالیٰ فلا اعادة او من العبد فتجب.زهب فی المعراج الیٰ الاول وفی النهایه الی الثانی ووفق فی البحر بحمل الثانی علیٰ ماذا حصل وعید من العبد نشأمنه الخوف فکان من قبل العباد و حمل اوّل علیٰ مااذا یحصل ذالك اصلاً بل حصل خوف منه فکان من قبل الله تعالیٰ تجرده عن مباشرة السبب وان کان الکل منه تعالیٰ خلقاً وارادة قال ثم رأیت فی الحلیة صرح بما فهمتهٔ واقرهٔ فی النهروغیره"

(ردالمحتار ج، ج ا، ص ۱۵۷)

اس سے ثابت ہوا کہ جن فقہاء نے خوف کی وجہ سے پڑھی گئی نماز کا اعادہ لازم نہیں کیا ان کی مراد وہ خوف ہے جس میں بندے کی طرف سے وعید نہ ہو جیسا کہ علامہ شامی نے خود وضاحت کردی ہے۔ لہٰذا ان فقہی عبارتوں کو جن میں مطلقاً عدمِ اعادۂ صلوٰۃ کا حکم ہے ''هذا اطلاق فی موضوع التقئید'' کے قبیل سے شمار کرنا چاہیے۔ ''وکم لہ من نظیر'' جب کہ پاکستانی محقق علامہ غلام رسول سعیدی نے اطلاق والی عبارتوں کو نقل کر کے اپنا تأثر پیش کر دیا اور تقئید والی عبارتوں سے صرف نظر کر گئے، جو تقاضۂ تحقیق کے خلاف ہے

ثانیاً؛ دشمن کا صرف خوف ہو، اس کی طرف سے کوئی وعید وغیرہ نہ ہو تو یہ عذر من قبل العباد نہیں بلکہ من قبل اللہ ہے کہ دشمن کا خوف دل میں خود بخود پیدا ہو جانا (بلا کسی سبب ظاہر کہ) اللہ ہی کی جانب سے ہے۔ من جانب العباد قطعاً یقیناً نہیں ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔ اسکے برخلاف اگر بندے کی طرف سے وعید کی وجہ سے خوف ہو تو چونکہ مخوف (ڈرانے والا) ظاہری طور پر بندہ ہے لہٰذا یہ عذر من جانب العباد قرار پائے گا۔ اسی باریک فرق کی طرف فقہاء نے اپنے کلام میں اشارہ کیا ہے۔ مگر حیرت ہے ہمیں پاکستانی محقق پر کہ اتنی ڈھیر ساری کتابوں کی عبارتیں اور حوالے نقل کرنے کے بعد بھی وہ فرق واضح نہیں کر پا رہے ہیں اور الٹے سیدھے مصنف بہار شریعت پر الزام دھر رہے ہیں کہ انکے بیان کیئے ہوئے قاعدہ کی اصل کتاب وسنت اور ہمارے ائمہ کے اقوال میں نہیں ہے۔ کیا وہ فقہی جزئیات جن میں قتل کی دھمکی کیساتھ وضو کرنے کی ممانعت کے باوجود بعد زوال مانع اعادہ کا ذکر ہے اس قاعدہ کی اصل اور سند نہیں ہے۔

ثالثاً؛ قرآن مجید میں خوف کی حالت میں جس رخصت کا ذکر ہے اس میں ''فان خفتم'' کا لفظ آیا ہے، جس کا واضح مفہوم یہی ہے کہ دل میں خود بخود (بلا کسی سبب ظاہر کے) دشمن کا خوف پیدا ہو تو اس وقت رخصت ہے لیکن اگر دشمن کی طرف سے ڈرانے اور دھمکانے (وہ بھی خاص وضو اور نماز کیلئے) کی وجہ سے یہ خوف پیدا ہو تو اس صورت میں بھی اس معنی کو رخصت حاصل ہے اور چلتے پھرتے پڑھی گئی نماز کا اعادہ لازم وضروری نہیں ہے، یہ بات ابھی تشنۂ تحقیق ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ''اِن خفتم'' ہے ''ان خوفتم'' نہیں۔ اور دونوں میں جو واضح فرق ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔

رابعاً؛ یہ پہلے ہی واضح کر دیا گیا کہ دل میں خود بخود دشمن کا خوف ہو تو یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ لیکن اگر دشمن کے ڈرانے، دھمکانے کی وجہ سے ہو تو یہ بندہ کی طرف سے ہے۔ لہٰذا وہ خوف جو خود بخود دل میں ہو اسے عذر من جانب العباد قرار دینا یا تو اس لئے ہے کہ اس باریک فرق کو یکسر نظر انداز کیا جا رہا ہے جو فقہاء نے اس باب میں بیان کیا ہے۔ یا پھر اس لئے کہ ذہن اس باریکی کو قبول کرنے کے لئے تیار و آمادہ نہیں ہو پا رہا ہے۔ جیسا کہ پاکستانی محقق ''علامہ'' غلام رسول سعیدی صاحب کی تحریر سے ظاہر ہے، وہ رقمطراز ہیں:

''میدان جنگ میں کفار کے خوف سے جب مسلمان پیادہ یا سوار نماز پڑھیں گے تو یہ عذر من جہۃ العباد (مخلوق کی وجہ سے ہے) سے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ خوف کو مشروع فرمایا اور اعادہ لازم نہیں فرمایا'' (شرح صحیح مسلم، ج۲، ص۴۰۲)

یہاں جس کا خوف دل میں ہوا وہ تو بندے ہی ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ کی جانب سے ہوا، بندہ کی طرف سے کوئی ظاہری تخویف نہیں پائی گئی، اسلئے یہ عذر من قبل اللہ ہوا۔ عذر من جانب العباد نہیں۔

الحاصل! ان تمام ابحاث کی روشنی میں ہم یہ کہنے اور لکھنے میں حق بجانب ہیں کہ چلتی ٹرین پر نماز کی عدم صحت اور بعد زوال مانع، اعادہ کے سلسلہ میں مجدد اعظم امام احمد رضا اور مصنف بہار شریعت علامہ امجد علی کے فتاوے بے غبار اور حق وصداقت پر مبنی ہیں اور ان کے خلاف تحقیق ناقص غور وفکر کی پیداوار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فروغ رضویات کا سفر

اپنے دیس............بنگلہ دیس میں (چھٹی قسط)

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

حضرت علامہ مولانا عبدالمنان صاحب حفظہ اللہ الحنان رضا ریسرچ اینڈ پبلیکیشنز، چٹا گانگ کے چیئرمین بھی ہیں۔ فی الحال رضا ریسرچ اینڈ پبلیکیشنز کا دفتر مولانا موصوف کی قیام گاہ پر قائم ہے۔ مستقل دفتر کیلئے تلاش جاری ہے، پتہ یہ ہے:

الحاج مولانا عبدالمنان، چیئرمین رضا ریسرچ اینڈ پبلیکیشنز
رضا بھوَن، خواجہ روڈ، پوسٹ آفس جلال آباد، L/214، بایزید
چٹا گانگ، بنگلہ دیش

اب تک اس ادارے کی طرف سے مولانا موصوف کی جتنی بنگلہ تصانیف وترجمہ شائع ہو چکے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین؛ از اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ﴿در زبانِ بنگلہ﴾

(۲) امام احمد رضا خاں بریلوی علماءِ دیو بند کی نظر میں از علامہ سید صابر حسین شاہ بخاری ﴿در زبانِ بنگلہ﴾

(۳) پیکرِ نور ﷺ؛ از علامہ عبدالحکیم شرف قادری ﴿در زبانِ بنگلہ﴾

(۴) اندھیرے سے اجالے تک؛ از علامہ عبدالحکیم شرف قادری ﴿در زبانِ بنگلہ﴾

(۵) برکات میلاد شریف؛ از علامہ شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ ﴿در زبانِ بنگلہ﴾

(۶) حج بیت اللہ وزیارت مدینہ منورہ؛ از مولانا محمد عبدالمنان

عنقریب شائع ہونے والی کتابیں:

(۱) کنز الایمان مع حاشیۂ نور العرفان (مکمل) از اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ وحکیم الامۃ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ ﴿در زبانِ بنگلہ﴾

(۲) مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (مکمل) حکیم الامۃ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ ﴿در زبانِ بنگلہ﴾

آئندہ منصوبہ: درج ذیل کتب کا بنگلہ میں ترجمہ:

(۱) حیات اعلیٰ حضرت (مکمل)

از: ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی ناشر مکتبۂ نبویہ، لاہور

(۲) فتاویٰ رضویہ (مکمل) ناشر: رضا فاؤنڈیشن، لاہور

دوسرے دن بھی بارش لگاتار ہوتی رہی۔ یہاں لوگ شدید بارش میں بھی کاروبارِ زندگی میں مشغول رہتے ہیں۔ صبح کے اخبارات، بارش کی تباہ کاریوں کی خبروں سے بھرے ہوئے تھے مال مویشی، کھیتی اور انسانی جانوں کے نقصانات کی اطلاعات تھیں اس کے باوجود دوپہر ہی سے حضرت مفتی صاحب کے دولت کدہ پر جہاں راقم کا قیام تھا ملاقات کرنے والوں کی آمد شروع ہوگئی جن میں مولانا عبدالمنان صاحب، مولانا نظام الدین رضوی صاحب، مولانا بدیع العالم رضوی صاحب، مولانا جلال الدین الازہری صاحب (یہ آج کل قاہرہ یونیورسٹی سے اس موضوع پر پرام فل کر رہے ہیں) مولانا سیف الدین الازہری صاحب اور اعلیٰحضرت فاؤنڈیشن، رضا

اسلامک اکیڈمی ، جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ اور مدرسہ طیبیہ اسلامیہ فاضلیہ کے بعض اساتذۂ کرام شامل تھے۔ان میں سے بعض حضرات نے اپنے ادارے کی طرف سے فقیر کو استقبالیہ دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ احقر نے ان سے کہا کہ اس ناچیز کو آپ حضرات کے ادارے کی زیارت کر کے خوشی ہوگی ، لیکن تاریخ اور وقت کا تعین میز بانِ محترم حضرت علامہ مفتی امین الاسلام ہاشمی مدظلہ العالی فرمائیں گے۔

چنانچہ خواہش مند حضرات نے حضرت سے تاریخ اور وقت کا تعین کروایا۔شام تک بارش میں مزید شدت آ گئی نیز شہر کے مضافات خصوصاً نشیبی علاقوں سے اموات کی خبروں کی وجہ سے منتظمین غوثیہ کانفرنس بڑے فکر مند ہو گئے ، حضرت مفتی صاحب قبلہ بہت مغموم نظر آئے کہ آج کی نشست کس طرح ہو سکے گی ، شرکاء کیسے اور کتنی تعداد میں کانفرنس ہال تک پہنچ پائیں گے؟ راقم نے حضرت کو ملول دیکھ کر تسلّی دی کہ آپ فکر نہ کریں آپ کا کام ہے ارادۂ ونیت کرنا اور اللہ کی راہ میں کوشش کرنا ، سو آپ نے کر لیا ، باقی یہ کام جن کا ہے وہ خود ان شاء اللہ اس کو کامیاب کرائیں گے ، یہ سیدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کی محفل ہے ، آپ کی نسبت ہی اس کی کامیابی کی ضمانت ہے ، آپ بالکل فکر مند نہ ہوں اِن شاء اللہ گذشتہ کل سے زیادہ تعداد میں فدایانِ غوث اعظم آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بعد نماز مغرب جب ہم لوگ کاروں کے قافلے میں شدید بارش سے گزر کر جب ہال میں پہنچے تو ہال آدھا بھر چکا تھا ، لوگ بھیگتے بھاگتے چلے آ رہے تھے ، دیکھتے ہی دیکھتے عشاء کی نماز تک پورا ہال کھچا کھچ بھر گیا ، لوگ برآمدے میں کھڑے تھے ، بہت سے لوگ اوپر مسجد میں چلے گئے ، باہر شدید بارش کے باعث کھڑے ہونے کی جگہ نہیں تھی ورنہ ملحقہ میدان بھی عوام سے بھر جاتا۔

آج کی نشست میں جن معروف علمائے کرام نے تقاریر کیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

......علامہ مفتی عبید الحق نعیمی صاحب ...... فاضل نوجوان علامہ ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری صاحب ......مولانا حافظ اشرف الزمان قادری صاحب ......صدارتی خطبہ فقیہِ ملت پیر طریقت حضرت علامہ مفتی قاضی محمد امین الاسلام ہاشمی صاحب نے دیا۔ راقم نے برصغیر جنوبی ایشیا میں فروغ سلسلۂ قادریہ میں نائبِ غوث الوریٰ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز ، ان کے صاحبزدگان اور خلفاء کے کردار کا ذکر کیا۔ان مقررین کرام کے علاوہ کانفرنس میں شریک دیگر علمائے کرام کے نام یہ ہیں:

......شیخ الحدیث مولانا ابراھیم قادری صاحب ......مولانا بدیع العالم رضوی صاحب (صدر رضا اسلامک اکیڈیمی و پرنسپل جامعہ طیبیہ اسلامیہ سنیہ فاضلیہ) ...... ایڈوکیٹ مصباح الدین بختیار صاحب (صدر اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن) ......مولانا ابو الاسلام زبیر رضوی صاحب ......مولانا حافظ عزیز الحق حسینی صاحب ......مولانا طیب علی صاحب ......مولانا سید نور محمد سعیدی صاحب ، مولانا صادق الرحمٰن ہاشمی صاحب ......مولانا مفتی شاھد الرحمٰن ہاشمی صاحب ......شاعرِ اہلسنّت مولانا انیس الزمان صاحب (نائب صدر اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن)......مولانا نظام الدین صاحب (سیکریٹری ، اعلیحضرت فاؤنڈیشن)...... مولانا امین الکریم صاحب ......مولانا احمد حسین قادری صاحب (حفظہم اللہ تعالیٰ)

﴿باقی آئندہ﴾

☆☆☆

خواتین کا معارف

اسلام اور عورت

(قرآنی آیات کی روشنی میں)

علامہ سید سعادت علی قادری*

عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤں کا حکم:

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

''تو ان سے نکاح کروان کے مالکوں اور حسبِ دستور ان کے مہر انہیں دو'' (پ۵، النساء، ۲۵)

یہ ارشاد ان عورتوں سے متعلق ہے جو باندی اور کنیز ہیں اسلام نے ان کی بھی عزت نفس کا لحاظ رکھا کہ ان سے نکاح کے خواہاں مردوں کو ان کے مالک سے اجازت لینا پڑے گی، نیز ان کا بھی مہر ادا کرنا ہوگا اور خوشی کے ساتھ بھلائی کے ساتھ ادا کرنا ہوگا یہ نہیں کہ کنیز سمجھ کر مہر ادا کرنے میں ٹال مٹول کی جائے اور انہیں پریشان کیا جائے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْفَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

''تو جب وہ اپنی میعاد تک پہنچنے کو ہو تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کرو'' (۲۸، الطلاق ۲)

یہ ارشاد ان عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کیلئے ہے جنہیں شوہر نے کسی وجہ سے دو طلاقیں دیدی ہوں، اور وہ اپنی عدت پوری کر رہی ہوں عدت کا یہ دورانیہ شوہر کو غصہ ٹھنڈا کر لینے اور اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے، پس اگر عدت کے آخری دنوں میں کوئی اپنی بیوی کو رکھنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو شریعت اسے رجوع کی اجازت دیتی ہے، لیکن (معروف) کی قید کے ساتھ یعنی یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا جائے کہ آئندہ اس عورت کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرنا اور اس کو اچھی طرح رکھنا ہے اس لئے نہیں کہ اس کو صرف پریشان کرنا مقصود ہو، کہ جب اس کی آزادی اور چھٹکارے کا وقت قریب آیا تو دوبارہ اس کو اپنی قید میں لے لیا اور حسب سابق اس پر ظلم وستم ہونے لگا، اس سے بہتر یہی ہے کہ اس کو جدا کر دیا جائے لیکن اس جدائی کے فیصلہ پر بھی ''معروف'' کے ساتھ عمل ہو یعنی یہ نہیں کہ شوہر، بیوی، یا دونوں کے خاندان میں جھگڑا ہو مقدمہ بازی ہو عداوت اور دشمنی ہو، بلکہ نہایت خوش اسلوبی سے اس معاملہ کو نمٹا دیا جائے، دونوں ایک دوسرے سے اس بندھن کے ٹوٹنے پر معذرت کریں، اور مرد، عورت کو مہر کی رقم ادا کرے ممکن ہو تو مزید کوئی تحفہ دے اور گھر سے رخصت کر دے۔

غور کیجئے کیا خوب ہے اسلام کی تعلیم، کہ میل محبت کے ماحول میں تو سب ہی اچھا برتاؤ کرتے ہیں یہ اسی دینِ رحمت کی خصوصیت ہے کہ اختلاف وجدائی کے موقع پر بھی، اچھے برتاؤ کا درس دیا جا رہا ہے اب سورۃ الطلاق ہی کی ایک آیت اور ملاحظہ ہو جو عورت پر، اسلام کے احسان کی واضح صورت پیش کر رہی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ط وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ج وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ط وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ ط لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا ط سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝

''عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہون، اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والی ہو تو انہیں نان ونفقہ دو یہاں تک کہ انکے بچے پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لئے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو پھر اگر

*(مبلغ اسلام، مشہور عالم دین اور صاحب تصانیف)

(ماخوذ از ''اچھا برتاؤ'' القادری اسلامک پبلی کیشن، پاکستان، ہالینڈ، افریقہ)

باہم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانیوالی مل جائے گی، مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا، اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا"۔ (کنزالایمان، پ۲۸، الطلاق، ۶-۷)

ان آیات میں بھی مطلقہ عورتوں سے متعلق ہدایات ہیں، کیونکہ عام طور پر طلاق ہی کی صورت میں عورت کی حق تلفی زیادہ ہوتی کہ مرد طلاق دے کر فوراً دستبردار ہو جاتا ہے اور یہ خیال کر لیتا ہے کہ اب اس عورت سے میرا کیا تعلق رہا، حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ عورت کی جب تک عدت پوری نہیں ہو جاتی وہ آزاد نہیں ہو پاتی، عدت کے دوران کسی وقت بھی مرد اس سے رجوع کر سکتا ہے، نیز عورت مرد ہی کے حق کی حفاظت کیلئے عدت کے دن پورے کرنے کی پابند ہوئی ہے کہ اگر حمل نہیں بھی ہے تو عدت کے دن پورے کر کے حمل نہ ہونے کا یقین کر لیا جائے اور اگر حمل ہے تو بچے کو جنم دیا جائے دونوں صورتوں میں ظاہری علیحدگی کے باوجود عورت، مرد کا حق ادا کرنے کی پابند ہے تو مرد اس سے کس طرح یک لخت دستبردار ہو سکتا ہے لہٰذا مرد پر طلاق دیدینے کے باوجود بھی عورت کا یہ حق ہے کہ وہ حسب سابق اس کی رہائش کا انتظام کرے، چاہے اسی گھر میں پردے کا انتظام کے ساتھ یا کسی دوسرے گھر میں نیز حمل کی صورت میں بچہ پیدا ہو جانے تک عورت کے کھانے وغیرہ کی ذمہ داری بھی مرد پر ہے اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے مرد کو یہ تنبیہ بھی کی جارہی ہے کہ اس حالت میں عورت کے ساتھ ایسا رویہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے کہ وہ گھر چھوڑنے اور اپنے حقوق سے دستبردار ہونے پر مجبور ہو جائے اور جب بچہ پیدا ہو جائے تو دودھ پلانے کی عورت کو اجرت دی جائے، باہمی مشورے سے یہ اجرت طے ہو اور اسے بلا کسی ٹال مٹول کے پابندی سے ادا کیا جائے، یہ اجرت مرد کی استطاعت کے مطابق ہونا چاہیے کہ اگر وہ دولت مند ہے تو اس معیار کے مطابق ادا کرے اور اگر غریب ہے تو جو کچھ دے سکتا ہے دے۔

عورت حقیر نہیں:

ان تمام قرآنی آیات پر غور کیجئے اور اس حقیقت کو تسلیم کیجئے کہ اسلام نے عورت کو بمقابلہ مرد کسی بھی صورت میں حقیر یا مجبور قرار نہیں دیا، بلکہ اس کے برعکس اسلام نے عورت کا مقام جس قدر بلند کیا ہے اس کی نظیر کسی مذہب یا کسی سوسائٹی میں نہیں پائی جاتی، اسلام، عورت کو کمزور، لیکن بااختیار قرار دیتا ہے اور مرد کو اس کے حقوق کی ادائیگی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے، جس کے عوض عورت کو مرد کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے نیز مرد و عورت کی ذمہ داریوں کا تعین کرتا ہے جنہیں عورت اپنے گھر کی چہار دیواری میں رہ کر سکون کے ساتھ پورا کر سکتی ہے جبکہ مرد نہایت محنت و مشقت اور تگ و دو کے بعد اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو پاتا ہے حتیٰ کہ اس مقصد کیلئے اسے کبھی تو دنیا و جہان کی خاک چھاننا پڑتی ہے۔

لیکن گھر کی چہار دیواری میں محبوس عورت اور محنت و مشقت کرنے والے مرد کی زندگی نہایت ہی پرسکون ہوتی ہے ان کے گھر میں نہ مار پیٹ ہوتی ہے نہ وہ ایک دوسرے کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں، باہمی اعتماد ہوتا ہے جو زندگی کو پرلطف بناتا ہے ان کے ہاتھوں میں چاہے بظاہر دولت کا ڈھیر نظر نہ آئے لیکن وہ اللہ کی رحمتوں، نعمتوں اور برکت سے مالا مال ہوتے ہیں ان سے پیدا ہونے والے بچے حسن و حسین کے روپ میں نظر آتے ہیں، صلاح الدین ایوبی، اور خالد بن ولید قاسم و طارق جیسے کردار کے مالک ہوتے ہیں وہ پوری قوم کے نجات دہندہ بنتے ہیں، ان پر انسانیت ناز کرتی ہے وہ سوسائٹی میں تہذیب و تمدن کی علامت بنتے ہیں وہ امن کا علم بلند کرتے ہیں خود سکون کی زندگی بسر کرتے اور دوسرے کو سکون سے رہنا سکھاتے ہیں کاش ہم اسلام کے دامن سے وابستہ ہو کر اس کی برکتوں سے بہرہ مند ہو سکیں:

"اے اللہ ہمارے مردوں اور عورتوں کو اسلامی زندگی نصیب فرما آمین"

طلباء کا معارف

دینی تعلیم
علمائے دین کی نظر میں

(آخری قسط)

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

تربیت اساتذہ:

تربیتی کورسز بھی اگرچہ پڑھنے سننے کا نام ہے، تاہم تربیتی کورسز کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن اس کیلئے منصوبہ بندی کرتے وقت اس بات کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے کہ یہ کورسز علماء کے شایانِ شان ہوں تاکہ وقت کا ضیاع نہ ہو۔ علمی یا عملی طور پر کمتر حضرات سے تربیت دلانا علماء سے مذاق متصور ہوگا۔ تربیتی کورسز کی نوعیت اس کے اغراض و مقاصد پر موقوف ہے اگر تدریسی مقاصد کیلئے ہی کورسز کرانے ہوں تو پھر ضروری ہے کہ جس قسم کی تدریس پیش نظر ہوگی اسی تدریس کے ماہرین مقرر کرنے ہوں گے۔ یہ تدریس اگر درسِ نظامی ہو تو پھر درسِ نظامی کی تدریس کے ماہرین کا تقرر کرنا ہوگا جس کیلئے مصری ازہری جامع علماء کا تقرر مناسب ہوگا۔ جامع کی بات اس لیئے کی ہے کہ آج کل جامعہ ازہر کے علماء عام طور پر ایک فن میں ہی مہارت رکھتے ہیں جبکہ ہندو پاک کے علماء درسِ نظامی کے تمام علوم کے ماہر ہوتے ہیں۔ اگر تربیت دینے والا استاد کسی ایک پہلو سے بھی کمزور ہوگا تو وہ علماء کرام پر اثر انداز نہ ہوگا۔ کیونکہ طلباء اساتذہ کو ان کے کمزور پہلو میں پریشان کرتے ہیں جس کی وجہ سے اساتذہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہوکر طلباء پر تفوق قائم نہیں کر پاتے بہر حال کورسز کا نصاب، مدت وغیرہ، تفصیلات طے کرنے کیلئے بورڈ قائم کیا جاسکتا ہے جو قابلِ عمل تجاویز مرتب کرے۔

اختلافِ مسلک:

موجودہ دور میں یہ ایک لاینحل مسئلہ ہے کیونکہ یہ اختلاف انگریز نے ایک مخصوص نظریہ کے تحت پیدا کیا، جس کی بنیاد آزادیِ فکر و عمل کے دلکش نعرہ پر رکھی گئی چنانچہ ہندوستان میں وارد ہوتے ہی انگریز نے مسلمانوں میں اس نعرہ کی تشہیر کی اور اس کیلئے آواز بلند کرنے والوں کو گرانٹس دیں اور ان کے تحفظ کی ذمہ داری لی۔ جس کا ثبوت ریکارڈ پر موجود ہے۔ انگریز تو رخصت ہوگیا اس کے افکار و نظریات اب تک جاری و ساری ہیں اور ہماری حکومت انہی نظریات اور اصولوں پر قائم ہے۔ لہٰذا موجودہ دور میں اختلاف کا خاتمہ ناممکن ہے۔ اس کے خاتمہ کی ایک ہی صورت ہے کہ اسلامی اصولوں کو اپنایا جائے اور حق و باطل میں تمیز کر کے حق کا احقاق اور باطل کا ابطال بزور طاقت کیا جائے۔ انگریز کی آمد سے قبل مسلمان حکمرانوں کے دور میں جس طرح اسلامی نظریہ کا تحفظ قانونی طور پر نافذ تھا اسی طرح آج بھی کوئی مسلمان جب تک حق و باطل میں تمیز پیدا کرنے کے بعد حق کے تحفظ کو قانونی شکل نہیں دیتا اس وقت تک نئے فتنے پیدا ہوتے رہیں گے۔

حکومت اور مدارس:

اس وقت حکومت اور مدارس کے درمیان محکمہ زکوٰۃ وعشر کے قیام کے بعد مالیات کے شعبہ میں قدرے تعلق قائم ہے کیونکہ

حکومت نے زکوٰۃ فنڈ میں سے صرف دس فی صد رقم مدارس کو دینی منظور کی ہے جبکہ اس کی تقسیم بھی بیوکریسی کے ہاتھ میں ہے جو دینی تعلیم اوراس کے نظام اوراس کے حامل حضرات کوایک آنکھ دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ مدارس اور اہلِ مدارس کو اس بہانہ سے رسوا کیا جارہا ہے، ہوسکتا ہے یہ تعلق کچھ مدت کے بعد ختم ہوجائے۔

دوسرا تعلق، جنرل ضیاء الحق صاحب کی ذاتی دلچسپی کی بنا پر قائم ہوا ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے دینی مدارس کے بورڈوں یعنی تنظیم و وفاق کے سندات کومحکمہ تعلیم میں تدریسی ملازمت کے لیئے ایم۔اے عربی/اسلامیات کے مساوی قرار دیا ہے۔ اگر چہ کاغذی طور پر یہ اعلان ہورہا ہے اور جہاں تک یونیورسٹی گرانٹس کمشن کا دائرہ اختیار تھا وہاں تک حرکت ہوئی اس کے بعد محکمۂ تعلیم کے اہل کار ہر شعبہ میں وہی لوگ ہیں جو علماء اور مدارس سے نفرت کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اپنے دائروں میں علماء کے آگے دیواریں کھڑی کردی ہیں۔ غرضیکہ مدارس اور حکومت کے درمیان صرف ان دوصورتوں میں برائے نام تعلق ہے جو کہ مزید نفرت کا باعث ثابت ہورہا ہے۔

دومتوازی نظامِ تعلیم:

اس سے متعلق گزارش ہے کہ اگر صرف نصابِ تعلیم، طریقۂ تعلیم اوراغراضِ تعلیم کا تفاوت ہوتا توان امور میں تبدیلی پرغور ہوسکتا تھا لیکن یہاں دینی اور لادینی کا سوال ہے یہ دوضدیں بلکہ نقیضین ہیں، ان امور کا جمع ہونا محال ہے۔ اس وقت سرکاری تعلیمی اداروں میں ان ضدین میں معرکہ آرائی جاری ہے۔ ابھی توانتظار کا مرحلہ ہے۔ سرکاری تعلیمی اداروں کی تعلیم کا جب تک کوئی واضح رخ متعین نہیں ہوتا اس وقت تک کوئی رائے دینا بیکار ہے۔

فی الحال سرکاری اداروں میں لادینی تعلیم کی دلیل یہ ہے کہ وہاں کے استاد اور طالب علم کیلئے دین پسندی کوئی شرط نہیں، یہی وجہ ہے کہ وہاں کے استادوں اور پروفیسروں کی اکثریت لادین ہے جو انہی سرکاری اداروں کی پیداوار ہے۔

دیگر مسلم ممالک میں تعلیم:

تمام اسلامی ممالک کا وہی حال ہے جو پاکستان میں ہے یعنی سرکاری اداروں میں لادینی تعلیم اور پرائیویٹ سیکٹر میں دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ الا ماشاء اللہ وہاں کے نجی دینی تعلیمی ادارے بھی قدیم نصاب و نظام پر مبنی ہیں اور وہاں بھی متعدین علماء کرام اسی بے سروسامانی میں کام کررہے ہیں جس میں پاکستانی علماء مبتلا ہیں، تمام مسلم ممالک میں نجی دینی اداروں اور حکومت کے درمیان معرکہ آرائی جاری ہے اللہ تعالیٰ دینی اداروں کو اس امتحان میں استقامت اور استقلال عطا فرمائے، آمین ثم آمین

اعترافات:

ابتداء سے علماء دین کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ ہرفن کی تحصیل اس فن کے مشہور ماہر سے کرتے رہے ہیں اوراس غرض کیلئے مختلف مقامات پر اساتذہ کے ہاں استفادہ کرتے اور ان سے قلمی سندات حاصل کرنے کوفخر محسوس کرتے تھے موجودہ دور میں بھی طلباء ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں تعلیمی خصوصیات اور ماہرین کی شہرت کی بناء پر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ ایک اچھا اور مقبول مقصد ہے۔

لیکن آج کل اکثر طلباء کا مقصد اس کے برعکس ہوتا ہے، وہ آج علمی خصوصیات کی بجائے آسائش اور سہولیات کے علاوہ اختصار کے متلاشی ہوتے ہیں جس کی بناء پر نصابی ترتیب کو پامال

کرتے ہوئے دوسرے مدرسہ میں اپنی مرضی کی اونچی کلاس میں داخلہ لیتے ہیں۔ بناء طلبا علماء کی استعداد اور اہلیت متاثر ہوئی ہے جس سے دینی تعلیم کے اغراض و مقاصد پورے نہیں ہوتے۔ اس کیلئے سرٹیفکیٹ کا نظام رائج کرنا ضروری ہے تاکہ پہلے مدرسہ کے سرٹیفکیٹ کی بنیاد پر دوسرے مدرسہ میں داخلہ لے اور مروّجہ نصاب کی تکمیل کے بغیر فارغ نہ ہو سکے۔ اس نظام کا پابند ہونا تمام مدارس کے لئے ضروری قرار دیا جائے۔

بعض مدارس انتظامی وسائل کے بغیر کسی بھی درجے کی تعلیم کا اعلان کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ایک طرف ایسے مدارس کا کارکردگی متاثر ہوتی ہے تو دوسری طرف طلباء اور اساتذہ کا وقت ضائع ہوتا ہے، اس لیے مدارس کی درجہ بندی ان کے وسائل کے مطابق ہونا ضروری ہے تاکہ اساتذہ اور طلباء پریشانی سے محفوظ رہ سکیں۔

معاشرہ میں جس طرح باقی شعبوں میں جعل سازی رواج پا چکی ہے اسی طرح دینی تعلیم کے لئے دینی اداروں کے نام سے جعل سازی شروع ہو چکی ہے۔ جس سے علماء اور مدارس کا وقار مجروح ہو رہا ہے۔ اس کے سدّ باب کے لیے ضروری ہے کہ کسی مسلک کا مدرسہ اس کے تعلیمی بورڈ کی منظوری کے بغیر قائم نہ ہو سکے اور بورڈ کی منظوری اور اس کے رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کے بغیر اس مدرسہ کی امداد ممنوع قرار دی جائے تاکہ دینی اداروں کا تقدس پامال نہ ہو اور قوم کا سرمایہ بے مقصد اور بے جا صرف نہ ہو۔

بعض مدارس کورس کی تکمیل کے بغیر اور استحقاق کو نظر انداز کرتے ہوئے سندات جاری کر دیتے ہیں بلکہ بعض مدارس نچلے درجہ کو فوقانی ظاہر کر کے یا فوقانی درجہ کی شرائط پوری کیئے بغیر طلباء کو اس میں داخلہ دے کر سند کا مستحق بناتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ناپختہ اور ناقص افراد معاشرہ میں علماء کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔

بنیادی اقدام:

ان تمام کمزوریوں کا علاج یہ ہے کہ حکومت علماء کرام کا ایک مشترکہ نگران بورڈ بنائے جس کو قانونی طور پر ان امور کے سدِ باب کا اختیار ہو، لیکن یہ بورڈ قانونی اختیار رکھنے کے باوجود اپنے دائرہ اختیار میں آزاد ہو، تاکہ علماء کے بغیر کوئی حکومتی اہل کار مدارس کے کام میں دخل اندازی نہ کر سکے بلکہ حکومت صرف اس بورڈ کی سفارشات کی پابند ہو۔

جامعہ ازہر میں مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کی بسند ممتاز کامیابی

قاہرہ سے ٹیلیفون پر مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب نے یہ اطلاع صدرِ ادارہ کو دی کہ 16 فروری 2004ء کو ان کے پی. ایچ. ڈی مقالہ ''علامہ فضلِ حق خیر آبادی کی، عربی شعر و ادب کی خدمات'' پر جامعہ ازہر میں ان کا وائیوا بحمد اللہ کامیابی سے مکمل ہوا اور انہیں بسند ممتاز (اعلیٰ نمبروں) سے کامیاب قرار دیا گیا۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے سرپرست اعلیٰ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، صدرِ ادارہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، اور معارف رضا کے تمام راکین اور قارئین علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب اور ان کے والد ماجد علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہٗ کو اس عظیم کامیابی پر دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ (ادارہ)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارتیں

بچوں کا معارف

ترتیب وپیشکش: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

پیارے بچو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج تمہیں حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے متعلق گذشتہ آسمانی کتابوں میں بیان کردہ بشارتوں میں سے چند کا ذکر کریں گے۔

ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ سب سے آخری نبی اور تمام پیغمبروں کے سردار بھی ہیں۔ آپ کے بارے میں توریت، انجیل اور دوسری آسمانی کتابوں میں بشارتیں موجود تھیں۔ اسلئے جب آپ کی ولادت کا زمانہ قریب ہوا تو اہل کتاب نے انہی نشانیوں سے نبیِ آخر الزماں کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی ولادت سے کچھ پہلے چند باتیں ظاہر ہوئیں۔ جن سے لوگوں کا دھیان مکہ کی جانب گیا۔ اس سے پہلے زم زم کا کنواں مٹی سے پٹ کر پوشیدہ ہو گیا تھا۔ تو اللہ رب العزت نے حضورِ پاک ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو خواب میں وہ جگہ بتائی آپ نے چاہِ زم زم کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ یمن کا بادشاہ ''ابرہہ'' ہاتھیوں کی فوج لیکر بیت اللہ شریف پر حملہ کرنے کیلئے آیا۔ خداوند قدوس نے اس کو چھوٹے چھوٹے پرندوں سے شکست دی۔ ہر ایک پرندے کی چونچ میں آگ کی کنکریاں ہوتیں وہ ابرہہ کی فوج پر گراتے جس سے وہ ہلاک ہو جاتے۔ اس واقعہ کے اکاون (۵۱) دن کے بعد حضور ﷺ پیدا ہوئے۔

بارہ ربیع الاول شریف، مطابق ۳۰ اپریل ۵۷۱ء کو آپ کی ولادت با سعادت ہوئی، آپ ﷺ شکم مادر میں ابھی دو ماہ کے ہوئے تھے کہ آپکے والد ماجد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا، جس وقت آپ اپنی ماں کے شکمِ مقدس میں تھے اس وقت بہت سی عجیب و غریب باتوں کا ظہور ہوا، جب آپ کی ولادت کا زمانہ قریب ہوا تو حضرت آمنہ کے بدن سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا کہ حضرت آمنہ نے اس نور کی روشنی میں بصریٰ کے محلات دیکھ لئے اور آپ کی ولادت کے بعد بت اوندھے منہ گر پڑے، فارس کے آتشکدہ کی وہ آگ جو کئی ہزار سال سے کبھی نہ بجھی تھی خود بخود سرد ہو گئی، کسریٰ کے محل میں زلزلہ آ گیا جس کی وجہ سے اس کے محل کے چودہ کنگورے گر پڑے۔ یہ سب درحقیقت آتش پرستی وگمراہی کا خاتمہ اور کفر کے مغلوب ہونے کا اعلان تھا۔

جب آپ ﷺ کی عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ کی پرورش آپ کے دادا عبدالمطلب نے فرمائی اور جب آپ ﷺ کی عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی تو آپ کے دادا بھی اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے چچا ابو طالب آپ کے ولی ہوئے اور آپ انہیں کے پاس رہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو بار ملک شام کا سفر فرمایا۔ پہلا سفر اس وقت آپ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ کیا جبکہ آپ کی عمر شریف بارہ برس کی تھی۔ دوسرا سفر آپ نے اس وقت کیا جبکہ آپ کی عمر پچیس برس کی تھی، جس میں میسرہ بھی آپ کے ساتھ سفر میں تھے۔ پہلے سفر میں بُحیریٰ راہب اور دوسرے سفر میں نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی، دونوں نے آپ کو دیکھتے ہی آپ کے خاتم النبیین ہونے کی بشارت دیدی۔

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو مالِ تجارت دیکر اپنے غلام مَیسرہ کے ساتھ مُلکِ شام روانہ فرمایا تو سفر میں بہت سی عجیب وغریب چیزیں ظاہر ہوئیں۔ میسرہ نے ان ساری باتوں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ فرمایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ پھر دونوں خاندان کی آپسی صلاح ومشورہ پر نکاح ہوا، اس وقت آپ ﷺ کی عمر شریف پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس تھی۔

فضیلۃ الشیخ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب قبلہ کا

مدینۃ الاولیاء، چاٹگام میں والہانہ استقبالیہ

المرسل: مولانا محمد بدیع العالم رضوی*

فضیلۃ الشیخ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی، صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل پاکستان، محترم علامہ ڈاکٹر ارشاد احمد بخاری صاحب دیناجپوری کے دعوت پر اسلامک سینٹر (دیناجپور) کی افتتاحی تقریب مورخہ ۸/جنوری ۲۰۰۴ء میں بحیثیت مہمان خصوصی دوسری بار بنگلہ دیش کے سفر پر تشریف لائے۔ اس سفر میں آپ نے دیناجپور کے بعد راجشاہی، چٹاگانگ اور ڈھاکہ کا بھی دورہ کیا علماء اہلسنت سے ملاقاتیں کیں، مدارس، سنی اداروں اور مزارات پر حاضری دی۔ ذیل میں قارئین معارف رضا کیلئے مختصر رپورٹ پیش کی جارہی ہے۔ اسلامک سینٹر کی افتتاحی تقریب کی رپورٹ بقلم مولانا محمد علیم احمد آپ فروری ۲۰۰۴ء کے معارف میں ملاحظہ کرچکے ہیں۔ اب دیگر شہروں کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔ دوسری مرتبہ سفر بنگلہ دیش کے موقع پر سفر چاٹگام کے سلسلے میں متعدد اداروں تنظیموں کی طرف سے محافلِ استقبالیہ منعقد کی گئیں، ان تمام پروگرام میں خاصی تعداد میں علمائے اہلسنت، کالج و یونیورسٹی کے اساتذہ، ائمہ مساجد اسلامی تنظیموں کے نمائندوں اور مسلم اسکالرز نے شرکت کی۔ بنگلہ دیش میں دیناجپور کے علاوہ جن شہروں کا مہمان محترم نے دورہ کیا اس کی مختصر رپورٹ پیش کی جاتی ہے:

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب مدظلہ العالی

۹/جنوری ۲۰۰۴ء کو علامہ ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری زید مجدہٗ کو سید پور ایئرپورٹ پر حج بیت اللہ کے سفر کی روانگی کے موقع پر الوداع کہہ کر، مولانا شاہد الرحمٰن ہاشمی، مولانا حافظ خالد الرحمٰن ہاشمی، مولانا نظام الدین رضوی اور صحافی عالمگیر اسلام صاحبان کے ہمراہ بذریعہ بس شام ۶/بجے روانہ ہوئے اور ۱۲/گھنٹے کا سفر طے کرکے صبح ۶/بجے، ۱۰/جنوری کو چاٹگام پہنچے اور حضرت علامہ مفتی امین الاسلام ہاشمی کا شانۂ اقدس پر قیام پذیر ہوئے۔

۱۰/جنوری بروز سنیچر بعد مغرب کو فقیر کے دعوت پر مدینۃ الاولیاء چاٹگام ٹاؤن کے مشہور محلّہ مراد پور ۹۷، بشر بلڈنگ کے تیسرے فلیٹ پر غریب خانہ میں جناب والا مہمانِ مکرم کی تشریف آوری ہمارے لئے بے انتہا مسرت وشادمانی کا باعث بنی۔ اس محفل میں حسب ذیل حضراتِ کرام بھی تشریف فرما تھے:

(۱) پیر طریقت علامہ مفتی قاضی امین الاسلام ہاشمی صاحب مدظلہ العالی

(۲) صاحبزادہ مولانا شاہد الرحمٰن ہاشمی صاحب

(۳) حافظ منظور الکریم الرفاعی: ناظم اعلیٰ، امام احمد رضا یتیم خانہ وحفظ خانہ، پٹیہ

(۴) الحاج مولانا محمد عبداللہ: جنرل سکریٹری رضا اسلامک اکیڈمی

(۵) مولانا محمد نظام الدین صاحب: جنرل سکریٹری اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن

(۶) مولانا محمد اقبال زنگی صاحب و دیگر حضرات

ملنے والوں سے معانقہ فرماتے فرداً فرداً سب کی خیریت دریافت کرتے، سوالوں کے جوابات دیتے اور سب کو اپنی دعاؤں اور برکتوں سے نوازتے بھی رہے۔ میری بڑی بیٹی مسماۃ فرحانہ سعدیہ جس کا ۷/جنوری ۲۰۰۴ء کو جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ کے شعبہ مدرسۃ البنات میں داخلہ کیا گیا، (اس کی عمر پانچ سال ایک مہینہ ستائیس دن ہے) حضرت قبلہ نے اس کی بسم اللہ کرائی۔ رات ساڑھے آٹھ بجے پروگرام دعا پر اختتام ہوا۔ ۱۱/۱/۲۰۰۴ء برز اتوار بعد نماز عصر انجمن رحمانیہ احمدیہ سنیہ کے زیر اہتمام ماہنامہ ترجمان اہلسنّت کے مرکزی دفتر بمقام ۳۲۱/دیدار مارکیٹ دیوان بازار، چاٹگام میں، ایک

* (ایکٹنگ پرنسپل مدرسہ طیبیہ اسلامیہ سنیہ (فاضل) حوالی شہر چاٹگام) صدر رضا اسلامک اکیڈمی، بنگلہ دیش، (خصوصی نمائندہ معارف رضا، چٹاگانگ)

استقبالیہ جلسہ منعقد کیا گیا۔ مہمان اعلیٰ کی حیثیت سے فضیلۃ الشیخ سید وجاھت رسول قادری صاحب قبلہ دام اقبالہ رونق افروز تھے انجمن رحمانیہ احمدیہ سنیہ کی نائب صدر جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ کے چیئر مین الحاج ایم. اے عبدالوہاب صاحب نے پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ نظامت کی فرائض ترجمان اہلسنّت کے ایکٹنگ ایڈیٹر محترم سید محمد ابراہیم صاحب نے ادا کیئے۔ مولانا نظام الدین صاحب کی تلاوت کلام پاک اور محمد شعیب کی نعتِ رسول ﷺ سے پروگرام شروع ہوا۔ مندرجہ ذیل علمائے کرام نے خطاب فرمایا:

(۱) محترم الحاج مولانا عبدالمنان صاحب مدظلہ، مترجم کنزالایمان

(۲) راقم محمد بدیع العالم رضوی، (پرنسپل مدرسہ طیبیہ اسلامیہ سنیہ، حوالی شہر ،صدر رضا اسلامک اکیڈمی، چاٹگام بنگلہ دیش)

(۳) ایڈوکیٹ مصاحب الدین مختیار صاحب، صدر اعلیٰحضرت فاؤنڈیشن

(۴) مولانا محمد نظام الدین، جنرل سیکریٹری اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن،

(۵) جناب مولانا سمٰعیل رضوی صاحب، صدر اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر،

(۶) مولانا ابو ناصر محمد طیب علی، (۷) جناب ارشاد خطیب،

(۸) مولانا سیف الدین الازھری

(۹) صاحبزادہ مولانا شاھد الرحمٰن ہاشمی صاحب

(۱۰) مولانا محمد منصور الرحمٰن صاحب

(۹) مولانا محمد شعیب صاحب (۱۰) محمد امداد الحق صاحب وغیرہ

مولانا عبدمنان صاحب نے فرمایا اس پر فتن و پرآشوب دور میں حضرت خواجۂ خواجگان غوث زمان عبدالرحمٰن چھوروی علیہ الرحمۃ نے مسلمانوں میں تزکیہ نفس و دنیوی و اخروی ترقی کیلئے عظیم خدمات انجام دیں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے مشن کو آگے بڑھایا

راقم بدیع العالم رضوی نے کہا کہ قطب الاولیاء حضرۃ العلامہ سید احمد شاہ سریکوٹی علیہ الرحمہ نے مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ کیلئے ۱۹۵۴ء میں جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ جیسے دینی ادارہ کی بنیاد ڈالی۔ رہنمائے شریعت وطریقت خوشہ چین ولایت حضرۃ علامہ قاری سید محمد طیب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۷۷ء میں ''ترجمان اہلسنّت'' ماہنامہ جاری کیا جو آج دنیائے سنیت کیلئے ایک پیغام عمل ہے اور فرقِ باطلہ کیلئے دعوتِ ھدایت ہے۔

مہمان مکرم صدر ذی وقار وجاھت رسول قادری صاحب قبلہ نے اپنی خطاب میں کہا، مسلک اعلیٰ حضرت کے مشن کے ابلاغ اور تعلیمات کو عام کرنے میں سریکوٹ والے حضراتِ مشائخ کرام کی سرپرستی میں انجمن رحمانیہ احمدیہ سنیہ کی خدمات قابل ذکر ہیں، اہلِ بنگلہ دیش خصوصاً اہلِ چاٹگام مسلک اعلیٰ حضرت کے ابلاغ کیلئے اراکینِ انجمن اور حضراتِ مشائخ حضرات کرام کے بھی ممنون ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی بے لوث خدمات کو قبول فرمائے۔ (آمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ) بوقت مغرب پروگرام کا اختتام صلوٰۃ وسلام دعا پر ہوا۔

۱۱/۱/۲۰۰۴ء بروز اتوار رات نو بجے چاٹگام کے نامور ہوٹل میرثیام میں محترم علامہ عبدالمنان صاحب زید مجدہ مترجم کنزالایمان کی طرف سے ایک شاندار ڈینر پارٹی کا انتظام کیا گیا۔ مہمانِ مکرم صاحبزادہ سید وجاھت رسول قادری صاحب قبلہ مہمان اعلیٰ کے طور پر تشریف فرما تھے۔ مندرجہ ذیل دیگر حضرات کرام بھی مدعو تھے:

(۱) جناب الحاج نور محمد میمن صاحب

(۲) جناب حاجی عبدالوحید صاحب

(۳) راقم بدیع العالم رضوی

(۴) جناب حافظ منظور الکریم الرفاعی، ناظم اعلیٰ شاہ گری کمپلکس پٹیہ

(۵) جناب الحاج مولانا عبداللہ، (جنرل سیکریٹری رضا اسلامک اکیڈمی)

(۶) جناب مولانا شاھد الرحمٰن ہاشمی صاحب

(۷) جناب مولانا نظام الدین، (سیکریٹری اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن)

(۸) جناب مولانا اسمٰعیل رضوی، (۹) جناب مولانا نور محمد صاحب
(۱۰) جناب مولانا خالد ہاشمی وغیرہ

یہاں حضرت قبلہ نے عقیدت مندوں کا والہانہ جوش و خروش دیکھا آپ نے سب کیلئے نہایت عاجزی اور محبت کے ساتھ دعائے خیر کی، بالآخر رات گیارہ بجے دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

۲۰۰۴/۱/۱۲ء بروز پیر رات کو صدر اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن بنگلہ دیش ایڈوکیٹ مصاحب الدین بختیار صاحب کے والد صاحب کی ایصال ثواب کے موقع پر منعقدہ محفلِ غوثیہ شریف کے سلسلے میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے صدر، صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب معزز و مقتدر مہمان کی حیثیت سے مدعو تھے۔ دیگر شرکائے محفل کے نام یہ ہیں:

(۱) علامہ مفتی عبید الحق نعیمی صاحب مدظلہ العالی
(شیخ الحدیث جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ چاٹگام)
(۲) پروفیسر ڈاکٹر عبدالودود صاحب (کشتیا اسلامک یونیورسٹی، بنگلہ دیش)
(۳) راقم بدیع العالم رضوی (ایکٹنگ پرنسپل مدرسہ طیبیہ اسلامیہ سنیہ، فاضل)
(۴) الحاج مولانا امین الکریم صاحب، (استاذ جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ)
(۵) الحاج مولانا محمد مرشد الحق صاحب (پرنسپل جامعہ احمدیہ سنیہ مدرسۃ البنات)
(۶) جناب ارشاد مطیب صاحب (۷) سید محمد ابراھیم صاحب
(۸) جناب ابو ناصر محمد طیب علی صاحب
(۹) جناب محمد منصور الرحمٰن صاحب
(۱۰) جناب مولانا سیف الدین الازہری وغیرھم

مجلس کے اختتام پر مہمانِ مکرم نے مسلمانانِ عالم کی بقاء و سلامتی اور استقامت کیلئے دعا کی۔ یہود و نصاریٰ، دیوبندی و جماعتی اور دیگر فرقِ باطلہ کی سازشوں سے مسلمانوں کے عقائد و ایمان کے تحفظ کیلئے دربار خداوندی میں فریاد کی، صاحبِ دعوت کے والد محترم کی طلبِ مغفرت کی دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

۲۰۰۴/۱/۱۳ء بروز منگل بوقت عصر رضا اسلامک اکیڈمی بنگلہ دیش کے زیر اہتمام طیبیہ جامع مسجد کی تعمیری کام کا معائنہ کے موقع پر مہمان خصوصی فضیلۃ الشیخ السید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی، اکیڈمی آڈیٹوریم میں جلوہ افروز ہوئے، مندرجہ ذیل حضرات نے بھی شرکت کی:

(۱) پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالودود صاحب کشتیا اسلامک یونیورسٹی
(۲) پروفیسر ابو طالب بلال بور الصر شیخ محمد ڈگری کالج
(۳) مولانا ابو ناصر طیب علی (۴) الحاج مولانا محمد محسن
(۵) الحاج حافظ عبدالباری (۶) محمد ارشاد مطیب
(۷) مولانا محمد نظام الدین (۸) مولانا محمد سیف الدین الازہری
(۹) صاحبزادہ مولانا شاھد الرحمٰن ہاشمی (۱۰) مولانا محمد اقبال حسین

نظامت کے فرائض بدیع العالم رضوی اور جنرل سیکریٹری الحاج مولانا محمد عبداللہ نے ادا کیئے۔ حضرت نے مسجد طیبہ کے تعمیری کام کا معائنہ فرما کر خوشی کا اظہار کیا۔ سہ منزلہ مسجد کی تعمیر کے ابتدائی فاؤنڈیشن کا کام مکمل کرلیا گیا ہے۔ خوبصورت ڈیزائن کے مطابق تعمیر جاری ہے۔ حضرت نے طیبیہ جامع مسجد کی جلد تعمیر اس کی تا قیامت آبادی، بانی رضا اکیڈیمی الحاج (غلام) خیر البشر مرحوم مغفور کی مغفرت اور جملہ اراکین، متعلقین، معاونین و محبین سب کیلئے دعائے خیر و برکت کی۔

حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی جیسی مسلک اعلیٰ حضرت کی عظیم شخصیت کا ہمارے ملک میں تشریف لانا ہم وابستگان مسلکِ اعلیٰ حضرت کیلئے نعمت عظمیٰ ہے، دل سے دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ایسے صاحب علم و قلم کو تادیر قائم رکھے اور ہم وابستگانِ دامنِ غوث و رضا کو ان سے قوت و تقویت بخشے۔ آمین،

معارفِ کتب (نقد و نظر)

کتبِ نو

﴿تعارف و تبصرہ: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری﴾

نام..... مجلّہ ''ماہنامہ فقہ اسلامی'' اشاعتِ خاص ''مغفرت ذنب نمبر''

(شعبان-رمضان ۱۴۲۴ھ، اکتوبر-نومبر ۲۰۰۳ء)

مدیر اعلیٰ..... پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

مدیر مساعد..... مولانا محمد صحبت خان کوہاٹی

مغفرت ذنب پر خصوصی مقالہ..... علامہ مفتی سید شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی

ملنے کا پتہ..... علمی و تحقیقی مجلّہ فقہ اسلامی، پوسٹ بکس نمبر 17777 گلشن اقبال، کراچی (75300)، فون: 4583426-4989772، فیکس: 4583426،

ای میل: shahtaz@gem.net.pk

ھد یہ..... فی شمارہ ۲۵ روپے، سالانہ ۲۵۰ روپے

شرح عقائد نسفی میں ہے کہ، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عمداً کسی نبی سے کذب (یا کوئی گناہ) سرزد نہیں ہوا اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سہواً بھی جھوٹ بولنے (اور ارتکاب گناہ) سے معصوم رہے اس لئے کہ کذب مخبر کا بمقابلہ دوسرے معاصی کے بدتر ہے..... اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہونے سے پہلے بھی اور پیغمبری (کے اعلان) کے بعد بھی اصلی اور طبعی کفر اور گمراہی سے محفوظ ہیں۔

(مفہوم)

عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً عصمتِ سید الانبیاء شافعِ یوم جزاء ﷺ پر قرآن کریم کی متعدد آیات پیش کی جاسکتی ہیں لیکن اختصار کی خاطر صرف دو آیات ملاحظہ ہوں:

(۱) اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ ط (بنی اسرائیل ۱۷/۶۵)

ترجمہ: بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

(۲) وما اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْہُ ط (ھود: ۱۱/۸۸)

ترجمہ: اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں، آپ اس کا خلاف کرنے لگوں۔

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تک ابلیس مردود کی رسائی ممکن ہی نہیں اور نہ ان کے مزکّی و مصفّٰی قلوب میں کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کا ارادہ ہی داخل ہوسکتا ہے۔ تو پھر کسی قسم کے گناہ کے ارتکاب کا کیا سوال؟ لیکن قرآن حکیم میں چند مقامات ایسے ہیں جہاں ''ذنب'' کی ظاہری نسبت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔ ان میں ایک سورۂ فتح کی درج ذیل آیت مبارکہ ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُّبِیْناًo لِّیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَاَخَّرَ (الفتح ۴۸/۱تا۲)

یہ مترجمین و مفسرین کیلئے ایک نہایت نازک مقام ہے۔ اس مقام پر آیت کا ترجمہ کرنے کیلئے عربی گرامر، لسان لغت اور قرآن و حدیث کے عمیق مطالعہ کے علاوہ، عشق و عرفان کے رموز سے آگاہی کی اعلیٰ صلاحیت بھی درکار ہے۔

علامہ مفتی سید شاہ حسین گردیزی دامت برکاتہم العالیہ نے سورۂ فتح کی مذکورہ آیاتِ مبارکہ خصوصاً سید الانبیاء رحمت اللعالمین شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات مبارکہ کے حوالے سے ''مغفرتِ ذنب'' کے موضوع پر بسیط، مدلل اور تحقیقی مقالہ تحریر کیا ہے جس میں عقلی و نقلی دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں، اس بات کے ثبوت پر کہ آیات کریمہ میں ''ذنب'' کی نسبت شفیع المذنبین ﷺ کی طرف نہیں ہے بلکہ اس سے مراد آپ کی اگلی اور پچھلی امتوں کے گناہ اور آپ ﷺ کی شفاعت کے سبب ان کی مغفرت مراد ہے۔

سورۂ فتح کی شانِ نزول کے متعلق اکثر مفسرین کرام نے بیان کیا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد ذوالقعدہ سن ۶ ہجری میں سید المرسلین، شفیع المذنبین ﷺ کی مدینۂ منورہ مُراجعت کے وقت نازل ہوئی۔ جبکہ بعض مفسرینِ کرام

کے نزدیک یہ فتح مکہ کے قریب نازل ہوئی اس لئے کہ اس میں فتح مبین کی خبر اور نوید ہے۔ تاہم اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ اس سورۂ مبارکہ میں بڑی کامیابی کی خوشخبری ہے۔

علامہ گردیزی تحریر فرماتے ہیں کہ سورۂ فتح کی ابتدائی آیاتِ کریمہ کا صحیح مفہوم و معانی متعین کرنے میں فی زمانہ بہت سے اہلِ علم نے ٹھوکر کھائی ہے۔ (مثلاً شیخ اشرف علی تھانوی، مفتی محمد شفیع، شیخ محمود الحسن دیوبندی، ابوالاعلیٰ مودودی، امین احسن اصلاحی، خواجہ حسن نظامی، مولوی غلام رسول سعیدی، ڈاکٹر ابوالخیر زبیر حیدرآبادی، وغیرہم) ان سب نے آیات مذکورہ میں ''ذنب'' (گناہ) کی نسبت شفیع المذنبین، رحمت للعالمین ﷺ کی طرف کی ہے۔ جس سے ایک عام مسلمان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر انبیاءِ کرام علیہم السلام خصوصاً سید المرسلین ﷺ کو ''مذنب'' قرار دیا جائے (نعوذ باللہ من ذالک) تو پھر آپ شفیع المذنبین ﷺ کیوں کر ہوئے اور پھر ایسا عقیدہ رکھنے والے پر شرعاً کیا حکم ہوگا؟

جبکہ مستند علمائے کرام نے معروف تفاسیر اور احادیث کی روشنی میں اس آیت کریمہ کا ترجمہ و تفسیر اس طرح پر کیا ہے کہ اس سے سید عالم ﷺ کی طرف نسبت ''ذنب'' کی نفی ہوتی ہے، مثلاً یہ تراجم ملاحظہ ہوں:

(۱) تاکہ دور فرمادے آپ کیلئے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔ (پیر کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ، ضیاء القرآن)

(۲) تاکہ اللہ آپ کے لئے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام (جو آپ کے کمالِ قرب کی وجہ سے محض صورۃً گناہ ہیں حقیقتاً حسنات الابرار سے افضل ہیں)۔ (علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ، البیان)

(۳) تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ (ترجمہ: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ، کنز الایمان)

مذکورہ بالا آخر الذکر ترجمہ مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کا ہے، محققین نے اس ترجمہ کو حضرت عطار خراسانی علیہ الرحمۃ کا تتبع قرار دیا ہے۔ اس ترجمے سے سید عالم ﷺ کی ذاتِ قدسیہ سے ذنب کی قطعی نفی ثابت ہوتی ہے اور یہ صدیوں سے اہلسنّت و جماعت کا متفقہ موقف اور عقیدہ رہا ہے کہ انبیائے کرام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔ کسی نبی کی طرف گناہ کی نسبت تو درکنار اس کا تصور بھی گناہِ عظیم ہے، چہ جائے کہ سید المرسلین ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے ارتکابِ گناہ کو تسلیم کرتے ہوئے ''مغفرتِ ذنب'' کے نظریئے کو صحیح مانا جائے، اس کو تحریر و تقریر کے ذریعہ نشر کیا جائے اور اکابر علماء کی افہام و تفہیم کو رد کرکے اپنی بے جا ہٹ، ضد اور اپنی ''انانیت'' کا اظہار کیا جائے۔

زیرِ نظر تحقیقی مقالہ کا تعلق اس نظریئے کی تغلیط اور رد سے ہے۔

حضرت علامہ مفتی سید شاہ حسین گردیزی حفظہ الباری نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ آیاتِ کریمہ کی شانِ نزول، اس کے سیاق و سباق، اس کے لغوی معنی و مفہوم اور اس کے ادبی و لسانی پہلوؤں پر تفصیلی اور نتیجہ خیز بحث کی ہے۔ انہوں نے آیت کریمہ کا مفہوم اور لفظ ''ذنب'' کے معانی متعین کرنے میں مولوی غلام رسول سعیدی صاحب اور ڈاکٹر زبیر صاحب اور ان جیسے دیگر حضرات کی جانب سے غلطی کے وقوع کے مواقع کا تجزیہ و تعاقب کیا ہے اور فصاحت و بلاغت اور براعت کے بیّن اصولوں کی روشنی میں آیت مذکورہ خصوصاً لفظ ''ذنب'' کا صحیح ترین مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے موقف کے ثبوت میں ۴۷ مستند کتب کے مطالعہ کا نچوڑ اور ٹھوس علمی دلائل کا ذخیرہ جمع کردیا ہے جو شاید کسی اور جگہ اس موضوع پر یکجا نہ ملے۔ مقالے کے اوّل تا آخر مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ مقالہ نگار موصوف نے بھرپور کوشش کی ہے کہ لفظِ ''ذنب'' کی نسبت کسی طرح بھی شفیع المذنبین ﷺ کی جانب نہ ہونے پائے اور اگر بعض نادان لوگ یہ ثابت کرنے ہی پر تلے ہوئے ہیں تو اس لفظ کا ایسا مفہوم مستند تفاسیر و احادیث کی رو سے متعین کیا جائے کہ ذاتِ پاکِ مصطفیٰ ﷺ کی شانِ اصطفیٰ پر کوئی حرف نہ آنے پائے اور بزعمِ خویش کسی ذہنی ''محققِ عصر'' کو دامنِ عصمتِ مصطفیٰ ﷺ سے کھیلنے کی بے باکی و گستاخی کا موقع نہ مل سکے۔

حضرت مفتی گردیزی صاحب نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر اور خصوصاً لفظ ''ذنب'' پر گفتگو کرتے ہوئے جس طرح مختلف علوم و فنون کے وسائل استعمال کیئے ہیں اور جس شانِ تحقیق سے انہوں نے اصولِ فقہ، اصولِ تفسیر، علمِ المعانی، علمِ البدیع، علمِ اصولِ حدیث، علمِ الکلام، فنِ جرح و تعدیل وغیرہ سے استدلال و استشہاد کیا ہے اور جس نظم و ضبط اور حسن و خوبی اور ترتیب سے ان علوم سے خوشہ چینی کی ہے اور علم و تحقیق کے گوہر نایاب سے اپنے مقالہ کو مزیّن کیا ہے

اس سے ایک طرف تو علومِ اسلامیہ عقلیہ نقلیہ میں ان کی مہارت اور دسترس کا اظہار ہوتا ہے اور دوسری جانب، ان کے مخاطب مخالفین کے علمی قد وقامت کا بھی تعین ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ ان کی تحاریر دیکھ کر علمائے راسخین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اپنے موقف کے بیان اور ''صاحبینِ ذنب'' (مولوی غلام رسول سعیدی صاحب اور ڈاکٹر زبیر حیدرآبادی صاحب) کے کمزور دلائل اور گستاخانہ طرزِ تحریر کی گرفت اور تعاقب میں کہیں کہیں ان کے جملے غیرتِ ایمان اور حبِ رسول ﷺ کی شدت کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں جو ایک مومن صادق کا طرۂ امتیاز ہے۔ طوالت کے خوف سے صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

''جناب مولوی سعیدی صاحب سورۂ فتح کی مذکورہ آیات ''لیغفرلک اللّٰہ'' کی تفسیر اور ترجمہ کرتے وقت بضد ہیں کہ اس میں ''ک'' خطاب بہرصورت سیدنا مولانا شفیع المذنبین ﷺ کی ذات مقدسہ ہی کی طرف راجح ہے اور اس آیت کریمہ میں آپ ہی کے اگلے پچھلے ذنب مراد ہیں اور یہاں ''ک'' کو امت کی تعریض کیلئے بر قاعدہ ''تقدیر مضاف'' ماننے کو تیار نہیں۔ لیکن قرآن حکیم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کے ایک واضح فرمان:

لا تمدن عینیک ما متعنا بہ ولا تحزن علیھم واحفض جنا حک للمؤمنین

کی تفسیر میں تبیان القرآن، ج ۶ ص ۳۴۲ پر تحریر کرتے ہیں:

''ہمارے نزدیک مال ومتاعِ دنیا کی طرف رغبت سے دیکھنے کی ممانعت کو نبی ﷺ کی طرف راجح کرنا صحیح نہیں۔ اس آیت میں آپ کی امت کی تعریض کی گئی ہے۔ یعنی بظاہر آپ کو منع کیا گیا ہے لیکن حقیقت میں آپ کی امت کو زینتِ دنیا کی طرف دیکھنے سے مراد ہے''۔

علامہ گردیزی فرماتے ہیں کہ:

''حضرت خراسانی نے بھی آیت کریمہ ''**لیغفر لک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر**'' میں ذنب کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کی ہی اور اس کا رخ آپ کی ذات گرامی سے ''ابوین'' اور امت کی طرف پھیر دیا اور عربی زبان کے ایک قاعدہ ''تقدیر مضاف'' کو دلیل بنایا ہے۔ اس صورت میں دونوں کے کام کی نوعیت ایک طرح کی ہے۔ دونوں نے ایک ایسی چیز کا رخ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی سے موڑ دیا جسے وہ مناسب خیال نہیں کرتے تھے۔ دونوں نے عربی زبان کے ایک اسلوب کو اپنا کر یہ کام کیا۔ تو اگر یہ جرم ہے تو اس کا اثر دونوں پر پڑنا چاہیے۔ نعوذ باللہ اگر اس سے آخرت خراب ہوتی ہے تو دونوں کی ہونی چاہیے اگر اس سے شخصیت داغدار ہوتی ہے تو دونوں کی ہونی چاہیے، اگر اس سے موردِ عتاب ہونا ہے تو دونوں کو ہونا چاہیے، یہ تو ہو نہیں سکتا کہ حضرت خراسانی قدس سرہٗ دین دشمن ہوں اور ان کا قول باطل ہو اور مولانا سعیدی خادم الحدیث والقرآن ٹھہریں اور ان کا قول قولِ حق ہو! پھر حضرت خراسانی تو تابعی ہیں، حضرات صحابہ سے استفادہ کر چکے ہیں۔ علم میں، دین میں ان کا ایک درجہ ہے، وہ خیر القرون سے ہیں، ان کے تفسیری قول اور موقف کی ایک اہمیت ہے، مولانا سعیدی بتائیں کہ ان کے مقابلہ میں وہ کیا ہیں تا کہ قارئین کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو''۔

پھر حضرت خراسانی کو عالمِ اسلام کے اہلِ علم مانتے ہیں اور چودہ سو سال سے انہیں قبول کیئے ہوئے ہیں۔ اپنی کتابوں میں ان کے اقوال بطور دلیل پیش کر رہے ہیں، وہ نہ تو خود اتنے کمزور و ناتواں ہیں اور نہ ہی ان کا موقف اتنا کمزور و ناتواں ہے کہ آسانی سے اسے ضعیف قرار دیا جا سکے چہ جائی کے وہ غلط اور باطل ہو''۔

علامہ مفتی شاہ حسین گردیزی حفظہ اللہ الباری نے زیر تبصرہ مقالہ میں (بقول ان کے) ذنبی محققینِ عصر حضرات جناب غلام سعیدی صاحب اور جناب ڈاکٹر ابوالخیر زبیر صاحب کی بعض علمی بددیانتی اور سرقہ کی بھی نشاندھی فرمائی ہے۔ مثلاً سعیدی صاحب نے اپنی شرح صحیح مسلم، ج ۷، ص ۳۳۸ رمسئلہ ذنب پر بحث کے دوران اپنی چند سالہ تحقیق کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

''سورۂ فتح کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی اگلی پچھلی کلی مغفرت کا قطعی اعلان کر دیا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور آپ کے علاوہ کسی کی بھی کلی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کے سوا تمام انبیاء اور مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی''۔

علامہ گردیزی مدظلہ نے جواہر البحار، ج ا، ص ۱۹۷ر کے حوالے سے علامہ عزالدین شافعی کا ایک قول نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ اصل موقف حضرت علامہ عزالدین شافعی کا تھا جسے کمال ہوشیاری سے ''ذنبی'' مولوی سعید صاحب نے عبارات میں کتر بیونت اور الفاظ کے ہیر پھیر کے بعد اپنی چند سالہ تحقیق کا خلاصہ کہہ کر پیش کیا ہے۔

یہ مقالہ اپنی گونا گوں خصوصیات اور اہمیت کے بموجب نقد ونظر کیلئے ایک طویل تحریر کا متقاضی ہے جو قلّت قرطاس ووقت کی بناء پر سردست ممکن نہیں۔ البتہ اختصار کے ساتھ چند مزید خصوصیات درج کی جاتی ہیں:

(۱) علامہ شاہ گردیزی صاحب نے نفسِ موضوع ''مغفرت ذنب'' پر اپنا تفصیلی وتحقیقی مقالہ تحریر کر کے جہاں وارثِ علوم نبوی (علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء) ہونے کا ثبوت دیا ہے وہیں دورِ جدید کے علماءِ حق کی طرف سے فرض کفایہ بھی ادا کیا ہے۔

(۲) جناب شاہ صاحب نے ''حاملانِ عقیدۂ ذنوب نبی'' کو اس مقالہ کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ دعوتِ رجوع الی الحق دی ہے بلکہ ان کے لئے توبۂ اصلاحِ احوال کی راہ بھی کھول دی ہے۔

(۳) علامہ گردیزی نے اپنے اس وقیع مقالے میں ''مغفرت ذنب کے حوالے سے مستند تفاسیر اور عقلی ونقلی دلائل کا ذخیرہ جمع کر کے بحمد اللہ اپنی مغفرت کا سامان مہیا کرلیا اس لئے کہ تا صبح قیامت طالبانِ علمِ نافع اپنی تشنگی اس سے بجھاتے رہیں گے اور حضرت شاہ صاحب کیلئے ربِّ اعلیٰ کے حضور دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔

(۴) گذشتہ چند برسوں سے بعض نادان ''محققینِ عصر'' کی تحریروں کے باعث عقائد اسلامی کے اس اہم اور بنیادی مسئلہ پر عامۃ المسلمین کے ذہنوں میں جو الجھنیں انتشار اور اشکال پیدا ہو رہے تھے حضرت گردیزی نے اپنی اس تصنیف سے نہ صرف یہ کہ ان کو رفع فرمایا بلکہ ان کے دلوں میں ''عشقِ رسول'' اور عظمت و عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو راسخ کرنے کا مزید سامان بہم پہنچا دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ، حضرت علامہ مفتی سید شاہ حسین گردیزی صاحب زید مجدہٗ کی ''پیروی حسان رضی اللہ عنہ'' کے ضمن میں ان کی اس خدمتِ جلیلہ پر انہیں اجرِ جمیل اور جزائے جزیل عطا فرمائے اور نائبِ مالک یوم الدین، شفیع المذنبین ﷺ کی حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی ہوئی دعا کا انہیں مصداق بنائے ''اللھم ایدہ بروح القدس'' اور ان لوگوں کو جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ''میرا قبلہ تو آپ ﷺ کی احادیث ہیں'' علامہ گردیزی کے قرآن وحدیث سے بیان کردہ واضح دلائل وبراہین کے سامنے قبولِ حق اور واقعی اپنا قبلہ درست کرنے اور اس کے اعلان کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

اگر شاہ صاحب قبلہ مقالہ کے اختتام پر بحث کو سمیٹتے ہوئے اس کی ایک انڈکس اور تمام مباحث کا ایک خلاصہ بھی سلیس اردو میں تحریر فرما دیتے تو مقالے کی افادیت میں مزید اضافہ ہو جاتا، کیونکہ مبتدی طلباء اور عامۃ الناس کی تفہیم کیلئے بات زیادہ آسان ہو جاتی۔ باوجود اس کے یہ تحقیقی مقالہ، اسلامی لٹریچر خصوصاً تفاسیر میں ایک قابل قدر اضافہ ہے اور یہ اس قابل ہے کہ عالمِ اسلام کے علماء ومحققین کو پیش کیا جائے، ضرورت اس بات کی ہے کہ مزید جدید نظم وضبط کے ساتھ اس کا عربی اور انگریزی ترجمہ کیا جائے اور عالمِ اسلام کی معروف جامعات اور اسکالرز کو مطالعہ کیلئے بھیجا جائے، اس پر ان کے تاثرات بھی حاصل کیئے جائیں جو آئندہ اشاعت میں شامل کیئے جائیں۔

حضرت علامہ گردیزی کی علمی گہرائی وگیرائی ناقدانہ بصیرت اور زورِ بیان وقلم سے توقع ہے کہ وہ ''صاحبین ذنبین'' کی دیگر تصانیف پر اسی طرح جامع نقد ونظر پیش کر کے ان کو ان کی غلطیوں پر متنبہ اور عامۃ المسلمین کو ان کے تحاریر میں بیان کردہ خلافِ عقیدۂ اہلسنّت اور ''مخدوش العقل'' معاملات سے آگاہ فرمائیں گے۔

پیغامِ رضا امتِ ملسمه کے نام

فروغِ تعلیم اور امتِ مسلمہ کے کامیاب مستقبل کیلئے

امام احمد رضا کا دس نکاتی پروگرام

ا......عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، با قاعدہ تعلیمیں ہوں؛

۲......طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں؛

۳......مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں؛

۴......طبائع طلبہ کی جانچ ہو، جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے؛

۵......ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً وتقریراً وواعظاً ومناظرۃً اشاعتِ دین ومذہب کریں؛

۶......حمایتِ مذہب وردِ بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں؛

۷......تصنیف شدہ اور نوتصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیئے جائیں؛

۸......شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں، جہاں جس قسم کے واعِظ یا مُناظِر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کیلئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں؛

۹......جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں؛

۱۰......آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں جو وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں؛

حدیث کا ارشاد ہے کہ: ''آخر زمانے میں دین کا کام بھی درم ودینار سے چلے گا''

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدوق ﷺ کا کلام ہے۔

﴿فتاویٰ رضویہ (قدیم) جلد نمبر ۱۲، صفحہ ۱۳۳﴾